علیہ الرحمۃ

امام احمد رضا

اور

علیہ الرحمۃ

ملک العلماء

مقالہ نگار

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

رضا اکیڈمی لاہور

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں
(رضا)

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ
اور
ملک العلمأ علیہ الرحمۃ

مقالہ نگار
سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

ناظمِ اعلیٰ
ادارہ فروغ افکار رضا برہان شریف
ضلع اٹک (پاکستان)

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

سلسلہ کتب 230

نام کتاب: .... امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اور ملک العلماء علیہ الرحمۃ

مصنف: .... سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

نشان منزل: .... محمد منشا تابش قصوری

صفحات: 75

ناشر: .... رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

ہدیہ: .... دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی

مطبع: احمد سجاد آرٹ پریس، لاہور فون 7357159

نوٹ

بیرون جات کے حضرات بیس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر

طلب فرمائیں

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ)

محبوب روڈ۔ رضا چوک۔ مسجد رضا۔ چاہ میراں فون: 7650440

لاہور نمبر ۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملک العلماء حضرت علامہ محمد ظفر الدین بہاری رضوی
علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین
احمد صاحب آرزو مدظلہ العالی کے نام۔

سید صابر حسین شاہ بخاری

حسن ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نشان منزل

رشحات قلم:

علامہ محمد منشا تابش قصوری مدظلہ العالی مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

☆ ☆ ☆

میرے پیش نظر تحقیقی مقالہ بعنوان ''امام احمد رضا اور ملک العلماء'' ہے جسے برصغیر پاک وہند کے نامور قلمکار مفکر و محقق محترم المقام، نازش سادات ''سید صابر حسین بخاری، برہانی زیدہ مجدۂ الرحمانی نے مرتب فرمایا ہے۔ ''پیش لفظ'' میں اس کے ظہور کا سبب رقم کرتے ہوئے اپنے قلبی جذباتِ درد کا یوں نقشہ آئینہ نظر کرتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے تمام خلفاء و تلامذہ علم وادب کے آفتاب و ماہتاب تھے، ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔ افسوس ان کی حیات و خدمات پر کماحقہٗ کام نہ ہو سکا، یہ آفتاب و ماہتاب غروب ہوتے گئے۔ ان کے علمی کمالات بھی ہماری نگاہوں سے اوجھل رہے، یہ غفلت شعاری تھی کہ تاریخ ساز شخصیات فراموش کردی گئیں۔''

سچ فرمایا: ''حضرت صابر نے'' آفتاب و ماہتاب غروب ہوتے گئے اور ان کے علمی کمالات ہماری نگاہوں سے اوجھل رہے مگر ذرا غور و فکر سے کام لیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ''آفتاب و ماہتاب'' نے آج تک کوئی مقالہ یا کتاب نہیں لکھی البتہ ان کی روشنی سے کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ یہ ہی ان کا منصب ہمارے لیے خضر راہ ہے۔ چنانچہ

آگے رقمطراز ہیں۔

''الحمدللہ! اب ہمارے قلمکاروں میں بیداری کی لہر پیدا ہوئی ہے اور خلفائے اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات پر بھی کام ہونے لگا ہے۔ اکتوبر 1998ء میں ''سہ ماہی الکوثر سہسرام پٹنہ انڈیا'' کے ایڈیٹر مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی صاحب کی طرف سے ایک گشتی مراسلہ ملا۔'' قارئین موصوف۔ کے ''پیش نظر'' میں اس کا مضمون اور پھر جواب الجواب ملاحظہ فرمائیے، وہی گشتی مراسلہ راقم السطور محمد منشا تابش قصوری کے نام بھی آیا۔ استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ بانی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اور علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہٗ کے ہاں بھی پہنچا چنانچہ ہم نے موصوف مدیر الکوثر کے مراسلہ پر فوراً مقالے قلمبند کیے اور ان کی خدمت میں ارسال کر دیئے۔ ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ واللہ اعلم ورسولہ

میرا دل چاہتا تھا کہ اپنے مقالے کو اس رسالہ کا مقدمہ بنایا جاتا مگر وہ میری عدیم الفرصتی اور نسیانی کیفیت کی نذر ہو گیا۔ جب بھی ہاتھ لگا شائع کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز، مگر جس درد و کرب کا اظہار میرے ممدوح حضرت صابر نہایت صبر و ضبط سے فرما رہے ہیں ایسے ہی دکھ، درد اور رنج کا تذکرہ ہمارے اکابر بھی کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ استاذ گرامی حضرت مولانا علامہ الحاج محمد یعقوب حسین صاحب ضیاء القادری بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ مدفون کراچی شاعر آستانہ دہلی اور نظم و نثر میں متعدد کتابوں کے مصنف ''اپنی ایک طویل تاریخی نظم'' کے ابتدائیہ میں تحریر فرماتے ہیں '' .... وہ مبارک مناظر اس وقت تک میرے ذہن و خیال میں موجود ہیں۔ زمانہ گزرتا گیا۔ بزرگوں کی نورانی صورتیں آنکھوں سے اوجھل ہوتی رہیں، یہاں کراچی آ کر اکثر اپنے ہم مشرب علمائے اہل سنت سے میں نے بار بار سعی کی کہ ''ہر فرقہ کے علماء مشاہیر کے حالات کتابی صورت میں موجود ہیں مگر ہمارے علماء و مشائخ اہل سنت میں کوئی جامع کتاب موجود نہیں ہے اس لیے آپ حضرات کو علمائے

کرام کے حالات لکھنے کی طرف توجہ فرمانی چاہیے مگر اس وقت تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ بیشتر علمائے کرام نے اس فقیر کو ہی مجبور کیا۔ آخر میں نے قصیدہ لکھا۔ محض قصیدہ اصل مقصد کے لیے کافی نہ تھا۔ تاوقتیکہ جن بزرگوں کے نام اس قصیدہ میں ہیں ان کے حالات زندگی شائع نہ ہوں۔ اس سلسلے میں میں نے مطبوعہ خطوط علمائے اہل سنت کی خدمت میں بھیجے اور ان کی خاموشی پر متعدد بار یاد دہانیاں کیں مگر یہ کوششیں کامیاب نہ ہوسکیں۔ اب یہ قصیدہ حضرت محترم مولانا الحاج الشاہ محمد عارف اللہ قادری مالک و مدیر ماہنامہ سالک راولپنڈی کے ارشاد پر ان کی خدمت میں روانہ کررہا ہوں۔

مولانا نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے مؤقر رسالے ''سالک'' میں اس قصیدہ کو شائع فرمائیں گے۔ ناظرین بزرگان محترم جن کے اسمائے گرامی قصیدہ میں موجود ہیں ان کے حالات بقیدِ سنِ ولادت و وصال رسالہ مذکور میں بھیجتے رہیں۔ فقیر پیرانہ سالی کے باعث اکثر عوارض میں مبتلا ہے۔ تمام حضرات سے دعائے خیر کا طالب اور قصیدہ کی تکمیل کا خواستگار ہے۔

فقیر ضیاء القادری بدایونی

مؤرخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۶۲ء

(ماہنامہ سالک راولپنڈی)

(شمارہ نومبر ۱۹۶۳ء)

اس طویل اقتباس سے اپنی تاریخی زبوں حالی کی دھندلی سی تصویر کا خاکہ پیش کرنے کا مقصد یہی ہے کہ آج کے اہل قلم ہی اپنی تاریخ ساز شخصیات کے احوال و آثار سے تہی دامن نہیں بلکہ ماضی میں متلاشیان تواریخ بھی صحرانوردی میں پاؤں جلاتے اور جنگلی کانٹوں سے انہیں خون آلود بناتے آئے ہیں، مذکورۃ الصدر قصیدہ میں ''امام احمد رضا اور ملک العلماء'' کا بھی منظوم تذکرہ موجود ہے اس لیے تمہیدی کلمات کو طوالت دی۔ حضرت مولانا ضیاء

القادری علیہ الرحمۃ نے فاضل بریلوی کے متعدد خلفاء کا نام بنام نظم کیا ہے۔ اس لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ ان اشعار کو درج کردیا جائے جن کی نسبت امام احمد رضا اور ان کے خلفاء وتلامذہ سے ہے چونکہ استاذ العلماء کی نسبت آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف سے ہے۔ اس لیے شروع قصیدہ میں وہ یوں رطب اللسان ہیں۔

مجھے ہے یاد اب تک دور وہ یمن وسعادت کا
کہ عرس قادری جنت کدہ تھا اہل سنت کا
مجیدی آستانہ مدتوں دنیائے عرفاں میں
رہا ہے خاص مرکز ہادیانِ دین وملت کا
میرے پیش نظر ہیں وہ مقدس صورتیں ساری
عیاں تھا جن کے رخ سے نور اصحاب رسالت کا
وہ عالم، وہ مشائخ، وہ اکابر میں نے دیکھے ہیں
ہر اہل معرفت، مشتاق ہے جن کی زیارت کا
مزار حضرت فضل رسولِ قطب دوراں پر
لگا کرتا ہے تھا میلہ مقتد ایان شریعت کا
یہ عرس قادری مشہور تھا ہندوستان بھر میں
یہاں سے لوگ پاتے تھے سبق رشدوہدایت کا
یہاں چشتی بہشتی قادری رضوی براتی تھے
فقیر قادری نوشاہ تھا بزم طریقت کا

○

تذکرہ امام احمد رضا اور ان کے خلفاء

سراپا علم وعرفان ذات تھی احمد رضا خاں کی
ابد مدت رہے گا تذکرہ جن کی جلالت کا
فقیہ و عالم و درویش دیدارِ علی سید
ہیں بوالبرکات وبوالحسنات غازہ جن کی صورت کا
جمال مولوی حامد رضا خاں ہے نگاہوں میں
جو تھا علمی مرقع حُسنِ سیرت، حُسنِ صورت کا
امام اہل سنت، صدر ملت مفتیٔ اعظم
عرب سے تا عجم شہرہ ہے جن کی افضلیت کا
وہ ابن حضرت احمد رضا خان مصطفیٰ ذی شان
امام وصدر ہے اس دور میں جو اہل سنت کا
محدث اعظم و سید محمد اشرفِ جیلی
مسلم صدرِ اعظم ہے جو بزم اہل سنت کا
سلیمان اشرف و افضل بہاری فاضل یکتا
جو تھا مہر منور آسمان دین و ملت کا
ظفرالدین الجیدؔ کی شانِ علم کیا کہیے
ہوں شیدا مولوئ امجد علی کی قابلیت
وہ مولانا نعیم الدّین جو صدر الافاضل ہیں
ثنا خواں ہے زمانہ جن کے علم وفضل وحکمت کا
بریلی منظرِ اسلام کے سالانہ جلسوں میں
شرف دیکھا ہے میں نے عبدِ غفار وسلامت کا

عظیم المرتبت شیخ الحدیث وعالم واکمل
ہے قائل اک جہاں سردار احمد کی قیادت کا
وہ عبدالمصطفیٰ، تختِ دل امجد علی رضوی
ہے چرچا جامعٔ ازہر میں جس کی قابلیت کا
ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی
ہے احسان مجلسِ احناف پر جس کی نظامت کا

(مشرقستان اکابر، از ماہ نامہ سالک راولپنڈی نومبر ۱۹۶۳ء)

''مشتے نمونہ از خروارے'' پیش خدمت ہے۔ حضرت مولانا ضیاء القادری علیہ الرحمۃ کا یہ منظوم قصیدہ دوسو پندرہ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں تقریباً تین صد اکابر علماء ومشائخ کے اسمائے گرامی نظم کیے گئے ہیں۔ اگر مجملاً بھی ان کے احوال وآثار مرتب کیے جائیں تو ایک ضخیم تاریخی کتاب تیار ہو جائے بے مایۂ اہل قلم اپنے خون جگر سے قلمبند تو کر سکتے ہیں مگر وہ شائع کیسے کریں؟ پوچھئے حضرت صابر بخاری مدظلہ سے جو ''برہان'' ایسی ہر موجودہ آسائش سے محروم اور بے جان سی بستی میں خون جگر سے قلم کورواں دواں رکھے ہوئے ہیں، اور ہم جیسے خالی جھولی محض الفاظ کی خوراک سے خوش کر کے سمجھ لیتے ہیں کہ بڑا کمال کر دکھایا۔ اور وہ بھی ایک فون یا خط پر قناعت کرتے ہوئے پُر مسرت ورد سے سرخرو فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ سید تو جود وکرم یا صبر ورضا کا پتلا ہوتا ہے اور اگر کسی نے ان دونوں وصفوں کو یکجا دیکھنا ہو تو وہ ''برہان'' کے اس شہزادے کو دیکھ لے جو قلم وقرطاس سے جود وکرم کے موتی بکھیر رہا ہے اور وسائل کے فقدان کو صبر ورضا کی غذا سے معتدل بنانے میں پیہم مصروف ہے۔ راقم السطور اس نہایت خوبصورت تحقیقی وتاریخی مقالے پر تبصرہ کرنے کی

بجائے قارئین کی صوابدید پر چھوڑتا ہوا صرف ہدیہ تبریک پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ساتھ ہی ساتھ حضرت الحاج مولانا محمد مقبول احمد ضیائی قادری دامت برکاتہم العالیہ جو امام احمد رضا اور ان کے مشن سے کمالِ عشق و محبت کی بنا پر ایک مقبول ترین شخصیت بن چکے ہیں، جن کے شب و روز محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت ہیں۔ جن کی لگن اور تڑپ رضائے خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہے۔ جن کا سرمایۂ حیات تبلیغ دین اور مسلک اہل سنت کی ترویج و اشاعت ہے۔ جن کی مساعیٔ جمیلہ خلوص و دیانت پر استوار ہیں۔ ان کی خدمت میں بھی مبارک باد کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ رضا اکیڈمی لاہور کے تمام معاونین کو جو مالی امداد کے ساتھ ساتھ اپنی مقبول دعاؤں سے بھی ہمیشہ تعاون فرماتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں قدم قدم پر دین و دنیا میں کامیابی و کامرانی سے بہرہ مند فرمائے۔

(اٰمین ثم اٰمین بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم)

طالب دعا: محمد منشا تابش قصوری مرید کے، لاہور
خطیب جامع ظفریہ مرید کے
مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان
فون نمبر: 042-7982021

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

نوائے محبوب

(میزانِ حروف)

ازقلم ملک محمد محبوب الرّسول قادری رضوی

مدیر اعلیٰ مجلّہ ''انوارِ رضا'' جوہر آباد

O

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے اپنے محبوب مکرم شفیع معظم، نورِ مجسم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کائنات میں سب سے زیادہ عزت وتکریم اور منصب ومقام عطا فرمایا اور پھر تمام مومنین عزت کے مستحق ٹھہرے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

(القرآن الکریم، المنفقون: ۸)

''اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔'' (ترجمہ: کنزالایمان)

مخلوق میں انبیاء ومرسلین کا طبقہ سب سے زیادہ عزت والا ہے اور پھر خدا کے منتخب، مصطفیٰ اور چنیدہ بندے عزت والے ہیں۔ ماضی قریب میں پچھلی صدی کے دوران مجدّد دین وملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نائب سیدّنا غوث اعظم مولانا الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے بے پناہ عزت عطا فرمائی اور اس قدر عطا فرمائی کہ آپ کے اپنے بقول۔

مُلکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ واقعی ہشت پہلو شخصیت کے مالک تھے اور آپ نے ہمہ جہت کام کیا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کے لئے فتح وکامرانی کے دروازے کھول دیئے۔ انتہائی نامساعد حالات کے باوجود آپ کے پائے استقلال میں کمی نہ آئی۔ استقامت فی الدین کا جوہر آپ کو اس قدر ودیعت ہوا تھا اس کی دور دور تک کوئی مثال نظر نہیں پڑتی۔

تصنیف وتالیف، شعر وسخن، حمد ونعت، قصیدہ وغزل، اور اد ووظائف جس طرف بھی دیکھئے۔

احمد رضا کے فیض کا در ہے کھلا ہوا

آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار دو سو بائیس ہے اور اگر مختلف فنون کا جائزہ مقصود ہو تو آپ کی تصانیف عقائد میں اکتیس 31، کلام میں سترہ 17، تفسیر میں سات 7، تجوید میں دو، رسمِ خط قرآنِ مجید میں ایک، حدیث میں گیارہ، اصولِ حدیث میں دو، فضائل ومناقب میں اکتیس، اذکار میں پانچ، ترغیب وتربیت میں ایک، سیر کے عنوان سے تین، فقہ میں ڈیڑھ سو، اصولِ فقہ میں نو، تصوف میں تین، سلوک میں دو، علم اخلاق میں دو، ادب میں چھ، لغت میں دو، تاریخ میں تین، علم مناظرہ میں اٹھارہ، علم تکسیر میں ایک، علم الوفق میں ایک، علم جفر میں تین، علم توقیت میں چھ، ریاضی وہندسہ میں چھ، علم ہیئات میں تین، علم زیجات میں ایک، حساب میں ایک، علم ارثاطیقی میں تین، جبر ومقابلہ میں ایک، تنجیم ایک، رد ہنود میں ایک، رد آریہ میں دو، رد نصاریٰ میں تین، رد نیچریہ میں سات، رد ندوہ میں سترہ، رد قادیانیہ میں چھ، رد اسماعیل دہلوی میں دس، رد ناتوتوی میں گیارہ، رد گنگوہی میں پچیس، رد تھانوی میں نو، رد نذیر حسین میں چھ، ردِ غیر مقلدین میں چھبیس، رد وہابیہ میں چھہتر، رد روافض میں چار، رد نواصب میں

ایک، ردمفقہ میں سات، ردتفضیلیہ میں سات، ردمتصوفہ باطلہ میں دو اور شتی میں پانچ ہیں۔ وقت وصال مطبوعہ کتب ایک سو بارہ، مبیظ ایک سو اڑسٹھ، مکمل مسودے 54، ناتمام سولہ، اردو، فارسی اور عربی زبان میں مستقل الگ الگ کتب بالترتیب دو سو تیئس، ستائیس اور ایک سو تیس۔ اس کے علاوہ بھی کتب کہ جن کو بوجوہ کسی شمار میں نہ لایا جا سکا۔ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن اور حدائق بخشش کے علاوہ فن تاریخ گوئی میں آج تک آپ کے کام کی نظیر سامنے نہ آسکی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ ایک بہت بڑے روحانی پیشوا تھے اور الحمدللہ برصغیر میں امام اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نائب تھے۔ علم وتقویٰ اور ولایت وروحانیت میں یکتائے روزگار ہستی تھے۔ یہ بھی ایک انفرادیت ہے کہ آپ نے ساری زندگی کسی جاہل کو مرید نہیں بنایا۔ بلکہ جو مرید ہونے کی آرزو کا اظہار کرتا فرماتے پہلے علم دین پڑھو پھر بیعت کرنا۔ یہاں سے علم دین کے ساتھ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے قلبی انس اور خدمتِ دین کے حسین جذبے کا پتہ چلتا ہے۔ بدقسمتی سے آج کل ایک ان پڑھ نامراد آپ کے مرید ہونے کا دعویدار ہے اور پھر ظلم یہ کہ اس طرح نسبت ظاہر کر کے سادہ لوگوں سے مالی اور مادی مفادات حاصل کرنے کا متمنی ہے لہٰذا اہل سنت مطلع رہیں اور ہشیار کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کسی ان پڑھ کو بیعت نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ روایتی پیر نہیں تھے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ کے مریدین اور خلفاء میں سفیر اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی، قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی، حضرت ملک العلماء مولانا ظفرالدین بہاری، صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، حضرت مولانا مفتی محمد جان صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی، مفتیِ اعظم

ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی، حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان قادری، شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا محمد حشمت علی خان رضوی، حضرت مولانا قاضی عبدالغفور شاہ پوری (پنجہ شریف) رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے سینکڑوں علماء شامل ہیں۔

حضرت ملک العلماء مولانا محمد ظفرالدین بہاری قدس سرہٗ کو ایک اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے امام احمد رضا قدس سرہٗ کی عدیم النظیر، مفصل، منفرد اور انتہائی جامع سوانح حیات مرتب فرمائی جس کو ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے نام سے کراچی، لاہور اور بمبئی سے حال ہی میں بیک وقت انتہائی خوبصورت انداز میں شائع کیا گیا ہے بلکہ لاہور سے تو دو الگ الگ ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں۔یہی وہ عظیم شاہکار ہے جو اپنے موضوع پر مرجع اور بنیادی مآخذ کا درجہ رکھتا ہے۔اب اس جلیل القدر ہستی حضرت ملک العلماء مولانا محمد ظفرالدین بہاری قدس سرہٗ کی سیرت وخدمات، احوال وآثار، اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ سے تعلق ونسبت، ان کے علم وفضل اور تقویٰ وطہارت کے حوالے سے ہمارے دیرینہ کرم فرما دوست اور بھائی محترم صاحبزادہ پیر سید صابر حسین شاہ بخاری شکر اللہ سعیہم نے قلم اٹھایا ہے۔محترم صاحبزادہ سید صابر حسین شاہ بخاری شہر کی سہولتیں سے کوسوں دور ایک پہاڑ کی اوٹ میں بسیرا کیے ہوئے ہیں۔اپنے گھر سے پکی سڑک تک گھنٹہ بھر کی پیدل مسافت ہے۔پہاڑی اور خطرناک جنگلی راستہ ہے لیکن یہ مرد فرید ضلع اٹک کے ایک دور افتادہ چھوٹے سے دیہات برہان شریف کے باہر ایک ڈھوک میں بیٹھ کر مسلکِ امام احمد رضا کا چراغ روشن کیے ہوئے ہے اور اس چراغ کا نور صرف ضلع اٹک یا صوبہ پنجاب تک محدود نہیں بلکہ اس کی روشنی ملک کے چاروں صوبوں، آزاد کشمیر، قبائلی اور شمالی علاقہ جات سے بھی آگے پوری سُنی دنیا

مستنیر کررہی ہے۔

حضرت پیر سید صابر حسین شاہ سے اپنی شناسائی اور پھر خط وکتابت کا تعلق گزشتہ پندرہ بیس سال پر محیط ہے۔ اپنے زمانۂ طالب علمی سے ہی میں ان کی تحریروں کا خوشہ چین، معترف اور قدردان ہوں۔ اخلاص اور عمدہ اخلاق ان کی میراث ہے۔ سید ہونے کے ناطے دین کے لئے قربانیاں دینا تو گویا انہیں ورثے میں ملا ہے۔

وہ راسخ العقیدہ اور متصلب روشن خیال دینی سکالر ہیں۔ درس وتدریس ان کا مشغلہ ہے۔ نہایت منکسر المزاج، کتاب دوست، مہمان نواز اور باعمل شخصیت ہیں۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لحہ مسلکِ محبت رسول ﷺ کی امانت ہے۔ وہ مسلک اہل سنت کے لئے شب وروز محنت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے چالیس برس کی عمر میں ان کی پچالیس کے قریب چھوٹی بڑی کتب چھپ کر دنیا بھر کے اہل علم وفضل سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ میرے لیے یہ امر اچنبھے سے کم نہیں کہ میں پیر سید صابر حسین شاہ مدظلہ العالی کی کتاب کا دیباچہ لکھنے بیٹھا ہوں۔

میرا بھائی صابر حسین شاہ واقعی ایک وفاشعار بھائی ہے۔ وہ امام احمد رضا کی فوج کا سپاہی ہے۔ شمعِ رسالت ﷺ کا جانثار پروانہ ہے۔ چمن رضویت کا بلبل ہے۔ سچ کہتا ہوں کہ پیر صابر حسین شاہ بخاری اہل سنت کی آبرو اور لشکر اسلام کا بے لوث مجاہد ہے۔

سید صابر حسین شاہ ایک ایسی شخصیت ہے جس کی سوچ، صلاحیت، علم، سرمایہ، وقت، رسوخ اور محبت کا مرکز صرف اور صرف معاشرے کی فکری، عملی، نظری اور اعتقادی اصلاح ہے۔ پیر سید صابر حسین شاہ بخاری اس عہد میں اپنی قوم کا سچا خادم اور حقیقی ترجمان ہے۔ اس نے اب تک جن موضوعات پر قلم اٹھایا ہے، اس کا سرسری

جائزہ لینے کے لئے ان کی کتب جو میری نظر سے گزری ہیں ان کے نام ملاحظہ ہوں۔

1- امام احمد رضا اور عشق مصطفیٰ مطبوعہ پشاور

2- امام احمد رضا محدث بریلوی اور تحریک پاکستان مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور

3- تذکرہ قاضی غلام محمود ہزاروی مطبوعہ ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور

4- امام احمد رضا کی بارگاہ میں طارق سلطان پوری کا خراج عقیدت مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور

5- سید ریاست علی قادری کی خدمات پر ایک نظر مطبوعہ راولپنڈی

6- سلام رضا پر طارق رضا کی تضمین ثانی مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور

7- اٹک کے نعت گو شعراء مطبوعہ ماہنامہ لغت لاہور

8- امام احمد رضا محدث بریلوی اور فخر سادات سید محمد محدث کچھوچھوی مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور

9- تعارف رضا اکیڈمی لاہور مطبوعہ لاہور

10- امام احمد رضا محدث بریلوی اور احترام سادات مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور اور ممبئی انڈیا

11- امام احمد رضا اور انجمن نعمانیہ لاہور مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور

12- امام الوقت رضا بہ زبان طارق مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور

13- جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند مطبوعہ ادارہ فروغ افکار رضا برہان

14- رضویات میں علامہ شمس بریلوی کے انقلاب آفریں کارنامے مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور

15- تقاریظ امام احمد رضا زیر طبع

16- خلفائے امام احمد رضا اور تحریک پاکستان مطبوعہ مکتب الاحباب لاہور
17- امام احمد رضا اور مجاذیب مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور
18- امام احمد رضا محدث بریلوی کاملین کی نگاہ میں مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور
19- امام احمد رضا اور ملک العلماء مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور
20- اقلیم نعت کا بادشاہ مطبوعہ بزم عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ لاہور
21- جواہر تضمین زیر طبع
22- امام احمد رضا علمائے دیوبند کی نظر میں مطبوعہ جمعیت اشاعت اہلسنت کراچی اور چاٹگام بنگلہ دیش
23- اذکار جمال رضا زیر طبع
24- امام احمد رضا کے رفیق خاص علامہ وصی احمد محدث سورتی مطبوعہ کراچی
25- قائداعظم کا مسلک مطبوعہ بزم رضویہ لاہور
26- بارگاہِ رسالت مآب میں قائداعظم مطبوعہ بزم رضویہ لاہور

اس فہرست سے شاہ جی قبلہ کے مطالعہ کی وسعت کا بجاطور پر اندازہ ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ محترم شاہ جی کی نہج پر اصحاب ثروت وصلاحیت کام شروع کر دیں تو بہت قلیل مدت میں بدی اور بدعقیدگی کو دین سے نکال دیا جا سکتا ہے اور اصلاحِ معاشرہ کا فریضہ سرانجام پا سکتا ہے۔ ایسے حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ محترم سید صابر حسین شاہ بخاری اور ان جیسے بےلوث صاحبانِ قلم وقرطاس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ یہ حوصلہ افزائی حکومت، دینی تنظیموں اور دینی شخصیات سبھی کی طرف سے ضروری ہے۔ حکومت ایسے افراد کے لیے ان کی منشا کے مطابق لائبریری کی فراہمی اور دیگر سہولیات کی صورت میں تعاون کریں۔ دینی تنظیمات بھی علمی کتب اور مثبت لٹریچر

کے ذریعے اعانت فرمائیں۔صاحب ثروت دینی شخصیات بھی یہ کام کریں۔عوام ان کو خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔کتب کے تحائف بھجوائیں تاکہ دورافتادہ علاقوں میں روشن یہ شمع جہالت اور بدعقیدگی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں روشن ہی رہے اوراس کی روشنی سے ہمارے سارے ماحول میں نوراجالا ہوجائے۔

میں دعاگو ہوں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ میرے بھائی سید صابر حسین شاہ کے کام میں برکت،ترقی اورتاثیر میں اضافہ فرمائے۔آمین۔

10 ستمبر 2004ء

والسلام غبار راہِ حجاز

محمد محبوب الرسول قادری

چیئرمین انٹرنیشنل غوثیہ فورم-انواررضالائبریری

198/4-جوہرآباد-(41200)

رابطہ:

0300-9429027

نذرِ صابر

محمد مقبول احمد ضیائی قادری

ناظم اعلیٰ رضا اکیڈمی لاہور

مکرم جناب محمد محبوب الرسول قادری زید مجدہ نے ''میزانِ حروف'' میں جس دردمندی سے حضرت پیر سید صابر حسین شاہ صاحب بخاری مدظلہ سے ہر قسم کی معاونت کی طرف توجہ دلائی ہے، بالکل بجا ہے۔ انہیں صرف زبانی طور پر تحسین وآفرین سے ہی سیر نہ کیا جائے بلکہ مالی سطح پر حوصلہ افزائی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ جہاں تک ''رضا اکیڈمی لاہور'' کا تعلق ہے موصوف سے جہاں تک ممکن ہے ان کی پوری پوری خدمت سرانجام دی جا رہی ہے۔ موصوف کی 26 مطبوعات میں 16 عدد رضا اکیڈمی نے شائع کرنے کا شرف حاصل کیا اور متعدد کتب زیر طبع ہیں۔

جب کہ فتاویٰ رضویہ جدید جو اٹھائیس جلدوں میں رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ موصوف کی خدمت میں بطور نذر پیش کیا گیا۔ دیگر ان کی طرف سے جو ڈیمانڈ ہوتی ہے فوراً پوری کر دی جاتی ہے جبکہ رضا اکیڈمی کے وسائل محدود ہیں۔ تاہم جو کچھ ممکن ہوتا ہے اس سے حضرت کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ آپ حضرات بھی پیر صاحب کی مالی معاونت کی سعادت حاصل کریں۔ یہ بے مایہ پیر ہیں، مریدوں کی جیب پر ان کی نظر نہیں ہوتی اور پھر ان کے اگر مرید ہوں بھی تو پیر ہی کی مثال ہونگے۔ نذرانے حاضر کرنیوالے مریدوں سے آپ کا دامن خالی ہے لہذا سید صاحب کی خدمت کر کے نبی کریم ﷺ کی خوشنودی حاصل کریں۔

فقط!

محمد مقبول احمد ضیائی قادری ناظم رضا اکیڈمی لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے تمام خلفاء و تلامذہ علم وادب کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ ایک سے ایک بڑھ کر ہیں افسوس ان کی حیات وخدمات پر کماحقہ کام نہ ہوسکا۔ یہ آفتاب و ماہتاب غروب ہوتے گئے، ان کے علمی کمالات بھی ہماری نگاہوں سے اوجھل رہے۔ یہ غفلت شعاری تھی کہ تاریخ ساز شخصیات فراموش کردی گئیں۔

الحمدللہ! اب ہمارے قلمکاروں میں بیداری کی لہر پیدا ہوئی ہے اور خلفائے اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات پر بھی کام ہونے لگا ہے۔ اکتوبر 1998ء میں سہ ماہی ''الکوثر'' سہسرام (انڈیا) کے ایڈیٹر مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی صاحب کی طرف سے ایک گشتی مراسلہ ملا کہ:

> ''اطلاع کے مطابق ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ رشید حضرت فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ کی حیات و خدمات'' کے تعلق سے ''الکوثر'' کے خصوصی شمارے کی تیاری جاری ہے اور ہمیں اس بات کا یقین کامل ہے کہ آپ جیسے بالغ نظر صاحب فکر وقلم کا تعاون ادارے کو حاصل ہوگیا تو انشاء اللہ العزیز ایک بھرپور اور مکمل نمبر ہم قوم کی خدمت میں پیش کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔''

ایک دوسرے خط میں اپنی خواہش کا اظہار یوں فرمایا:

''ملک العلماء اور فاضل بریلوی'' کے عنوان پر آپ دعوت قبول فرمالیتے تو بہتر ہوتا۔''

چنانچہ راقم نے مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی صاحب کی خواہش کے احترام میں پیش نظر مقالہ ''امام احمد رضا اور ملک العلماء'' لکھنے کی سعادت حاصل کی۔

مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی صاحب بعض ناگزیر وجوہ کی بناپر ابھی تک ''الکوثر'' کا ''ملک العلماء نمبر'' شائع نہ کر سکے۔

راقم نے موصوف کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا کہ اگر نمبر میں مزید تاخیر ہے تو مجھے اجازت دیجئے کہ یہ مقالہ الگ کتابی صورت میں شائع کروا کر عام کیا جائے۔ حضرت نے جواب میں نہایت شفقت ومحبت کے انداز میں فرمایا!

''ملک العلماء نمبر کی کتابت ہو چکی ہے اور اب پروف ریڈنگ کے مرحلے سے گزر رہا ہے۔ انشاء المولیٰ یہ نمبر اس سال عرس رضوی کے موقع پر رسم اجراء کے عمل سے گزر کر منظر عام پر آجائے گا۔ آپ اپنے مقالے کو کتابی شکل میں شائع کریں لیکن نمبر کی اشاعت کے بعد یہ عمل بہتر ہوتا۔ یوں آپ کی محبت ہے کہ آپ نے اس فقیر سے اجازت طلب فرمائی۔ آپ اپنے مقالے کے متعلق سے مکمل مختار و مجاز تھے۔''

(مکتوب گرامی بنام راقم محررہ ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ)

راقم نے مزید انتظار کیا لیکن آج تک ''ملک العلماء نمبر'' شائع نہ ہوسکا۔ رضا اکیڈمی لاہور کے روح رواں الحاج محمد مقبول احمد قادری ضیائی صاحب کو جب اس مقالے کے بارے میں علم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ مقالہ فوراً ارسال کردیں۔ ہم اسے الگ کتابی صورت میں شائع کر کے عام کریں گے۔ مقالہ معمولی ترمیم واضافہ

کے بعد رضا اکیڈمی لاہور کے زیر اہتمام شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی، الحاج محمد مقبول احمد قادری اور راقم کو اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے اور مزید ایسے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

دعا گو

سید صابر حسین شاہ بخاری

۵ صفر المظفر ۱۴۲۵ھ

۲۷ مارچ ۲۰۰۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام احمد رضا اور ملک العلماء

(رحمۃ اللہ علیہما اجمعین)

وہ بہرہ ور مکتب اعلیٰ حضرت
زہے یہ سعادت خوشا یہ فضیلت
وہ پروردہ فیض نگاہ رضا کا
وہ لاریب سرمایۂ اہل سنت

(طارق سلطانپوریؔ)

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ عالم اسلام کی ایک ایسی یگانہ روزگار ہستی ہے جنہیں اپنے عہد میں ہمہ گیر شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ غالباً آپ کے معاصرین میں سے کسی کو اتنی شہرت حاصل نہ ہو سکی۔ آپ کے خلفاء و تلامذہ کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے۔ تمام خلفاء و تلامذہ علم و عمل کے درخشاں آفتاب و ماہتاب ہیں۔ انہوں نے علمی، تدریسی، تبلیغی، تصنیفی، صحافتی اور سیاسی میدان میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ان کی خدمات کے جائزہ کیلئے کئی دفتر درکار ہیں۔

یہ ہستیاں شمع کی طرح جلیں اور چاندنی کی طرح پھیل گئیں۔ انہوں نے برصغیر کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں طوفانوں کا نہ صرف ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ روشنی کے مینار بن کر ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی ایسی پاسبانی کی کہ آنے والی نسلیں ان پر ہمیشہ ناز کرتی رہیں گی۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے تمام خلفاء و تلامذہ اپنی مثال آپ

ہیں۔ ہر ایک اپنی ذات میں انجمن ہے۔ تمام کی خدمات قابل صد ستائش ہیں۔ ہر ایک کی اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ سے عقیدت و محبت اور اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی ان پر شفقت اظہر من الشمس ہے۔

علامہ محمد ظفر الدین بہاری رضوی علیہ الرحمۃ اسی قافلہ عشق و محبت کے ایک رہنما ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے خلفاء و تلامذہ میں آپ کا نام نہایت روشن اور نمایاں ہے۔ آپ گلستانِ سادات کے گل سرسبد ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب متعدد واسطوں سے حضرت پیران پیر غوث الاعظم محی الدین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔ آپ ایک متبحر عالم، بہترین معلم، مایہ ناز خطیب، بیباک مبلغ اور نامور مصنف تھے۔ ستر سے زائد شاندار تصانیف آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔ ان میں جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری، حیات اعلیٰ حضرت اور مؤذن الاوقات کو شہرت عام حاصل ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے خلفاء میں آپ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔

پیش نظر مقالہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ ان کے مرید صادق اور شاگرد رشید علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کے خوشگوار تعلقات اور دلپذیر واقعات کو موضوع بنایا گیا ہے۔

کاشانۂ رضویہ پر حاضری:

علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ نے ابتدائی کتب اپنے والد گرامی سید محمد عبدالرزاق اشرفی علیہ الرحمۃ سے پڑھیں۔ دس برس کی عمر میں مدرسہ غوثیہ حنفیہ موضع بین ضلع پٹنہ میں داخل ہوئے اور درسیات کی متوسط کتابیں پڑھیں۔ پھر دارالعلوم حنفیہ بخشی محلہ پٹنہ میں چلے گئے۔ یہاں شیخ المحدثین علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ

صدر درس تھے۔ ان سے فیض یاب ہوئے۔ بعد ازاں کانپور میں مولانا احمد حسن کانپوری علیہ الرحمۃ سے معقول کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا شاہ عبید اللہ پنجابی کانپوری علیہ الرحمۃ سے ہدایہ اخیرین ختم کی۔ درس حدیث کے لیے کانپور سے پیلی بھیت آئے۔ جہاں شیخ المحدثین علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ پٹنہ سے واپس آ کر اپنے قائم کردہ مدرسۃ الحدیث میں درس دینے لگے تھے۔ وہاں ان سے درس حدیث کی سعادت حاصل کی۔ علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ اپنے درس کے دوران اپنے رفیق خاص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کا ذکر خیر بار بار کرتے۔ علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ نے جب اپنے مشفق استاد کی زبانی اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی شہرت سنی تو آپ کا اشتیاق بڑھا۔ آخر خوب سے خوب تر کی تلاش انہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ تک لے گئی جن کے علم اور قلم کی طاقت کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپ پہلی ہی ملاقات پر بہت متاثر ہوئے۔

قیام منظر اسلام:

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ دار الافتاء اور اپنی تصانیف میں اتنے منہمک رہتے کہ آپ نے اس وقت تک کوئی باقاعدہ مدرسہ قائم نہیں کیا تھا بس جہاں وقت ملتا اپنے شاگردوں کو بڑی کتابوں کا درس دے دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کوئی باقاعدہ مدرسہ قائم نہ ہوسکا۔ اس کمی کو علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ نے نہایت شدت سے محسوس کیا۔ آپ کے ساتھ آپ کے ہم وطن مولانا سید عبد الرشید عظیم آبادی علیہ الرحمۃ بھی درس میں شریک تھے۔ آپ نے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ (فرزند اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ) سے اپنا خیال پیش کیا کہ یہاں کوئی باقاعدہ مدرسہ قائم کیا جائے۔ چنانچہ مولانا سید حکیم امیر اللہ بریلوی علیہ الرحمۃ کو اعلیٰ حضرت بریلوی

علیہ الرحمۃ سے اس موضوع پر گفتگو کے لیے آمادہ کیا گیا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنی دینی مصروفیات کے باوجود مدرسہ کے قیام کے لیے اپنی رضامندی کا اظہار فرما دیا۔ چنانچہ علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کی کوششوں سے ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں ایک مدرسہ قائم ہوا، جس کا تاریخی نام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے منجھلے بھائی مولانا حسن رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے ''منظر اسلام'' (۱۳۲۳ھ) رکھا۔ منظر اسلام بریلی شریف کے ابتدائی طالب علم بھی علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ اوران کے ہم وطن دوست مولانا عبدالرشید عظیم آبادعلیہ الرحمۃ تھے۔ اس مدرسہ کے پہلے صدر مدرس مولانا بشیر احمد علی گڑھی علیہ الرحمۃ اور پہلے مہتمم مولانا حسن رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ تھے۔ علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ سے بخاری شریف اور مسلم شریف از اول تا آخر پڑھیں۔ اس کے علاوہ اقلیدس کے چھ مقالے، تصریح تشریح الافلاک، شرح چغمینی (مکمل)، علم توقیت، علم جعفراور علم تکسیر کی بھی تحصیل کی اور تصوف میں عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ بھی پڑھا۔

۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں کثیر علماء کی موجودگی میں علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ دستار فضیلت اور سند فراغت سے ممتاز ہوئے اور فارغ ہوتے ہی اسی مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف میں مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دینے لگے۔ (1)

بیعت وخلافت:

محرم الحرام ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے حلقۂ بیعت میں عامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ داخل ہوئے تکمیل علوم کے بعد تمام سلاسل طریقت میں خلافت کا تاج سر پر رکھا گیا۔ (2)

؎ آپ پر حد سے فزوں تھے مہرباں احمد رضا
دی اجازت اور کی اپنی خلافت بھی عطا

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنی زندگی میں اپنے پچاس خلفاء کرام کی ایک فہرست مرتب فرمائی جسے مولانا حسنین رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ ایڈیٹر ماہنامہ الرضا بریلی نے شائع کر دیا تھا۔ اس فہرست میں چوبیسویں نمبر پر آپ کا اسم گرامی اس کیفیت سے لکھا گیا:

''جناب مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب بہاری پروفیسر مدرسہ عربیہ خانقاہ سہسرام، عالم فاضل، کامل مفتی، مصنف مدرس مناظر حامی سنت مجازِ طریقت ملقب از جانب اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس بہ ولدی الاعز''۔(3)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے مختصر سے الفاظ میں علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کی تمام خصوصیات کا ذکر فرما دیا ہے۔ گویا سمندر کو کوزے میں بند فرما دیا۔ علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کو بھی فیض قادریت پر انتہائی ناز ہے۔ اپنی اس نسبت پر فخر کرتے ہوئے تحدیث نعمت کے طور پر آپ خود لکھتے ہیں!

''اور پھر ان تمام نعمتوں پر مزید گویا سونے پہ سہاگہ یہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ مولانا مولوی حاجی قاری حافظ شاہ محمد احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ القوی کی بیعت وتلمذ وارشاد وخلافت کے شرف سے مشرف فرمایا جو شریعت مطہرہ وطریقت منورہ کی علمی عملی تصویر تھے۔ جن کا ہر قول شریعت کا رہنما، جن کا ہر فعل

احکامِ الٰہی کا اتباع، جنہوں نے بلا خوف لومۃ لائم مسائل شرعیہ واحکام فقیہہ کی تعلیم وتبلیغ فرمائی اور عمر بھر تالیف وتصنیف افتاء وتدریس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت ورہنمائی فرمائی۔" (4)

مسندِ افتاء پر جلوہ گری:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے فتویٰ نویسی میں جو مہارت حاصل کی ہے اس پہ "فتاویٰ رضویہ" شاہد عادل ہے۔ فتاویٰ نویسی کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں سمجھتے۔ اپنے شاگرد رشید علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کے نام ایک خط میں اظہار تشکر کے طور پر خود لکھتے ہیں:

"بحمدہ تعالیٰ فقیر نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا، اگر سات دن اور زندگی بالخیر ہے تو اسی شعبان ۱۳۳۹ھ کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہٖ تعالیٰ پورے پچاس سال ہوں گے۔ اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کر سکتا ہے۔ احباب سے گزارش ہے کہ اس تاریخ جمع ہو کر درود مبارک جو حلقہ جمعہ میں پڑھا جاتا ہے۔ خواہ کوئی اور درود سو سو بار پڑھیں اور مجلس میلاد مبارک منعقد کریں تو بہتر اور رب عزوجل کی اس نعمت کا اعلان کریں کہ قرآن عظیم میں اعلان نعمت کا حکم ہے اور حدیث میں فرمایا، اعلان نعمت شکر ہے اور جو کارروائی فرمائیں۔ فقیر کو اطلاع بخشیں کہ دعائے خیر زائد کرے۔" (5)

یہ کس طرح ممکن تھا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے قابل فخر شاگرد اور لاڈلے خلیفہ علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ فتویٰ نویسی کی نعمت سے محروم

رہتے۔ آپ کے فرزندار جمند جناب ڈاکٹر مختارالدین احمد صاحب لکھتے ہیں:

''ان کی تدریسی زندگی کا آغاز بھی مدرسۂ منظر اسلام بریلی ہی سے ہوا۔ جہاں ان کی تعلیم کی تکمیل ہوئی۔ تقریباً چار سال تک وہ وہاں درس دیتے رہے اور فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی ہدایت پر فتویٰ نویسی کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ اس زمانے میں جو فتاویٰ انہوں نے لکھے ان میں سے کچھ کی نقلیں ''نافع البشر فی فتاویٰ ظفر'' میں موجود ہیں۔'' (6)

اعلیٰ حضرت نے انہیں فتویٰ نویسی سونپ دی
ان کو اپنے پاس رکھ کے التفات خاص کی

عہدہ پیش کاری اور املاء وخطوط:

علامہ محمد ظفرالدین بہاری علیہ الرحمۃ نہ صرف فتویٰ نویسی میں اپنے پیر و مرشد کے معین رہے بلکہ بیک وقت پیش کار بھی تھے۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی رقم طراز ہیں:

''امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے قائم کردہ ''رضوی دارالافتاء'' کے نظم جدید کی رو سے ملک العلماء مولانا ظفرالدین بہاری علیہ الرحمۃ (م۱۹۶۲) امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے پیش کار ہوتے۔ ان کا کام نماز عصر کے بعد باہر کی آئی ہوئی ڈاک پیش کرنا تھا، جن کا جواب امام علیہ الرحمۃ بولتے جاتے اور مولانا بہاری علیہ الرحمۃ لکھتے جاتے تھے۔ استناد کے موقع پر کتب فتاویٰ کی عبارتیں بھی امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ برجستہ ہی پڑھ دیتے۔ حالانکہ اس وقت کوئی کتاب بھی پاس نہ ہوتی تھی۔'' (7)

انعام واعزاز:

علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کا پہلا فتویٰ دیکھتے ہی آپ کے پیر و مرشد امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نہ صرف خوشی سے جھوم اٹھے بلکہ اپنے لائق شاگرد کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے انعام بھی عطا فرمایا۔

اس کیفیت کو علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کچھ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

''جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری رضویہ غفرلہ کہتا ہے کہ ۱۳۲۲ھ میں سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لیے پیش کیا، حسن اتفاق سے بالکل صحیح نکلا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اس فتویٰ کو لیے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا، مولانا! سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا، اعلیٰ حضرت والد ماجد قدس سرہٗ العزیز (یعنی مولانا محمد نقی علی خان قدس سرہٗ العزیز) نے مجھے شیرینی کھانے کے لیے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا، آج آپ نے جو فتویٰ لکھا یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے۔ اس لیے اسی اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لیے دیتا ہوں۔ غایت مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہوگئی اور میں کچھ بول نہ سکا۔ اس لیے کہ فتویٰ پیش کرتے وقت میں خیال کر رہا تھا کہ خدا جانے جواب صحیح لکھا ہے یا غلط مگر خدا کے فضل سے وہ صحیح اور

بالکل صحیح نکلا اور پھر اس پر انعام اور وہ بھی ان الفاظ کریمہ سے
کہ میرے والد ماجد صاحب نے مجھے اول فتویٰ صحیح پر انعام دیا
تھا اس لیے میں بھی اول فتویٰ صحیح پر انعام دیتا ہوں۔ حق یہ ہے
کہ ایک خادم کی وہ عزت افزائی ہے جس کی حد نہیں اور اس کے
بعد اس کو ہمیشہ برقرار رکھا۔'' (8)

القاب وخطاب:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ اپنے خلفاء وتلامذہ کو ان کے مراتب کے پیش نظر اپنی طرف سے ایک خطاب عطا فرماتے تھے جو نہایت مناسب وموزوں ہوتا تھا بلکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے لقب سے ملقب شخصیت کے اوصاف بھی واضح ہو جاتے تھے۔ ماہ شعبان ۱۳۲۵ھ میں علماء کے ایک بڑے مجمع میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی درخواست پر چشتی مشرب کے مشہور بزرگ شیخ العالم حضرت مخدوم احمد عبدالحق ردولوی قدس سرہ کی درگاہ کے سجادہ نشین حضرت مخدوم شاہ التفات احمد قدس سرہٗ نے علامہ محمد ظفرالدین بہاری علیہ الرحمۃ کے سر پر دستار فضیلت باندھی اور سند تدریس وافتاء مرحمت فرمائی۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے اسی سال آپ کی گوناگوں خصوصیات اور علمی جلالت کی قدر کرتے ہوئے آپ کو ''ملک العلماء فاضل بہار'' کا خطاب عطا فرمایا۔(9)

تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے علم کی شہرت ہوئی
اعلیٰ حضرت کے یہاں ان کی بڑی وقعت ہوئی

پیر ومرشد کے دیئے گئے لقب ''ملک العلماء فاضل بہار'' کے اعداد ۱۳۸۳ بنتے ہیں اور یہی ۱۳۸۳ھ آپ کا سال وصال بھی ہے۔ اسے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی

کرامت ہی کہا جا سکتا ہے۔

محبت وشفقت:

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ اپنے محبوب خلیفہ اور نامور شاگرد علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ سے غایت درج شفقت والفت فرماتے تھے۔ انہیں اپنی اولاد کی طرح سمجھتے تھے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے لائق شاگرد وخلیفہ کے نام جو محبت نامے روانہ فرمائے ہیں ان میں علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کو محبت آمیز انداز سے خطاب فرمایا ہے۔ ایک خط میں یوں مخاطب فرمایا:

> ''حبیبی وولدی وقرۃ عینی مولانا مولوی ظفر الدین صاحب قادری جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین''

ایک دوسرے خط کا آغاز ان القاب سے فرمایا:

> ''ولدی وزینی وقرۃ عینی برادر دینی ویقینی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین آمین''

ایک خط میں فرمایا:

> ''ولدی اعزی اعزک اللہ فی الدنیا والدین وجعلک کاسمک ظفر الدین آمین آمین آمین''

ایک چوتھے خط کی ابتدا یوں فرمائی:

> ''جان پدر بلکہ از جان بہتر ولدی الاعز مولانا ظفر جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین آمین'' (10)

یہی نہیں بلکہ ہر خط کی ابتدا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے نہایت خوبصورت القاب

سے کی ہے۔علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ خود فرماتے ہیں۔

''میرے پاس چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں جو وقتاً فوقتاً بریلی شریف سے امضا فرمائے۔ ان میں برابر ''ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین'' سے شروع فرمایا۔فتاویٰ شریف جلد اول میں میرا نام انہیں لفظوں سے تحریر فرمایا ہے۔'' (11)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف سے علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کو دیئے گئے القابات سے اپنائیت، چاہت اور محبت کے ساتھ عزت اور قدر و منزلت بھی اظہر من الشمس ہے۔ علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کے لائق فرزند ارجمند جناب ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''جس ذات گرامی سے انہوں (علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ) نے سب سے زیادہ علمی فیوض حاصل کیے وہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ تھے جن کی صحبت بابرکت میں وہ برسہابرس رہے اور جن سے یہ عزیزوں کی طرح ملتے رہے اور وہ خاندان کے بزرگوں کی طرح شفقت فرماتے رہے۔ ان دونوں کے گہرے تعلقات اور قلبی روابط کا اندازہ کچھ ان مکاتیب و مفاضات سے ہوسکتا ہے جو شفیق استاد نے اپنے لائق شاگرد کو لکھے ہیں۔'' (12)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ ہمیشہ اپنے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے اور محبت و شفقت سے پیش آتے رہے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے مریدوں اور شاگردوں

پر نظر التفات رکھی۔ علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ پر بھی اعلیٰ حضرت کی خاص نظر توجہ رہی۔ آپ خود فرماتے ہیں:

"طالب علمی کے زمانہ میں جب کبھی ماہ مبارک رمضان شریف میں بریلی شریف رہنا ہوا اور اس تعطیل میں مکان نہ آیا تو عید الفطر کے دن جس طرح تمام عزیزوں کو عیدی تقسیم فرماتے مجھے اور دوسرے خاص طلباء سب کو علی قدر مراتب تہواری عطا فرماتے۔"

۱۳۲۵ھ میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ کے ہاں مولوی محمد ابراہیم رضا خان صاحب سلمہ کی ولادت ہوئی، نہ صرف والدین اور اعلیٰ حضرت بلکہ تمام خاندان بلکہ جملہ متوسلین کو از حد خوشی ہوئی۔ اس خوشی میں منجملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبائے مدرسہ اہل سنت و جماعت منظر اسلام کی ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔ اس وقت خاص عزیزوں مریدوں کے لیے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا۔ نہایت ہی مسرت سے لکھتا ہوں کہ میں بھی انہیں خاص لوگوں میں ہوں جن کے لیے جوڑا بھی تیار کرایا گیا تھا۔ وہ کرتا پائجامہ جوتا ٹوپی تو اسی زمانہ میں پہن لیا تھا مگر انگرکھا بہت قیمتی کپڑے کا تھا، گاہے گاہے اس کو پہنا کرتا تھا، وہ بہت دنوں تک رہا۔ یہاں تک کہ چھوٹا ہو گیا تو اس کو تبرکا رکھ دیا۔ بعد ازاں یہ انگرکھا مخلص قدیم مولوی سید غیاث الدین صاحب چشتی ابو العلائی سہ رجتی بہاری کے نظر کر دیا جو مجھ سے دبلے پتلے تھے اور ان کے ٹھیک آ گیا۔ ملخصاً (13)

ملک العلماء محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کو بھی اپنے پیر و مرشد اور استاد گرامی اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ سے والہانہ محبت و عقیدت تھی۔ آپ ہمیشہ اپنے نام کے

آگے قادری رضوی لکھنے کا التزام فرماتے اور اپنے پیر و مرشد کو بلند پایہ القاب سے یاد فرماتے تھے۔

اپنے پیر و مرشد سے آپ کا قلبی، ذاتی اور قلمی رابطہ باضابطہ تھا۔ فتاویٰ رضویہ کا آغاز ہی آپ کے ایک استفتاد کے جواب سے ہوتا ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کو ان الفاظ سے یاد کیا گیا ہے:

''بحر العلوم النقلية حبر الفنون العقلية مجدد المائة الحاضرة متع الله المسلمين بطول بقائكم۔''

(علوم عقلیہ کے دریا، فنون نقلیہ کے ماہر، موجودہ صدی کے مجدد، اللہ تعالیٰ آپ کی عمر کی درازی سے مسلمانوں کو نفع عطا فرمائے۔) (14)

ایک دوسرے استفتاء کا آغاز ان القاب سے فرماتے ہیں۔

''بشرف ملاحظہ آقائے نعمت دریائے رحمت حضور پرنور متع اللہ المسلمین بطول بقائکم۔'' (15)

''المجمل المعد دلتالیفات المجدد'' کی ابتدا میں اپنے پیر و مرشد کو کچھ اس طرح یاد فرماتے ہیں:

''حضور پرنور صاحب تصانیفِ کثیرہ وتالیفاتِ غزیرہ عالم اہل سنت و جماعت، ماحیٔ اہل بدعت وشناعت، مستغنیٰ از القاب اوصاف، مشہور اکناف واطراف، مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، ہادی و استاد مطلق، پیر و مرشد برحق اعلیٰ حضرت جناب

مولانا مولوی حاجی قاری شاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی قادری برکاتی چشتی سہروردی نقشبندی ادام اللہ برکاتہم بالدوام السرمدی۔" (16)

پیرومرشد نے اپنے لاڈلے خلیفہ اور شاگرد رشید کو جب تحفہ میں ایک جوڑا دیا تو مرید وخلیفہ نے نہایت مسرت کا اظہار کیا تھا۔ اسی طرح ایک دفعہ اسی مرید وخلیفہ نے اپنے پیرومرشد کی نذر ایک رضائی کی تو آپ نے بھی اپنے پیارے محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کے نام ایک خط میں اپنی مسرت کا اظہار یوں فرمایا۔

"مولیٰ عزوجل آپ کو جزائے وافر عظیم عطا فرمائے۔ آپ کی رضائی بہت محل رضا میں کام آئی۔ اس جاڑے میں جو رضائی یہاں بنی، بھاری اور بہت روئی کی تھی، ایک ولایتی صابر قانع کو سخت ضرورت تھی، وہ ان کی نذر ہوگئی اور آپ کی مرسلہ رضائی میں نے اوڑھی جزاکم خیر جزاء کم کثیر۔" (17)

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مرید صادق ہی اپنے شیخ کے تصور میں مستغرق رہتا ہے لیکن یہاں شیخ کامل بھی اپنے لاڈلے مرید وخلیفہ کی یاد میں محو نظر آتے ہیں۔ ایک خط میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ خود فرماتے ہیں:

"میں جن امور میں ہوں، اگر آپ کو تفصیل معلوم ہو تو مجھے عدم تحریر خطوط میں معذور رکھیں گے مگر آپ کی یاد، دل کے ساتھ ہے، جو عظیم ساعت میسر ہوئی محض عطیۂ الٰہی تھی۔ اس میں یہ نقوش تیار کیے جو مرسل ہیں۔" (18)

عام طور پر مرید ہی اپنے پیر سے دعا کے لیے درخواست کرتے ہیں لیکن یہاں

پیر اور مرید کا کچھ ایسا گہرا تعلق ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ بھی ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ سے دعا کراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ شب برات کی آمد پہ آپ کے نام ایک خط میں فرماتے ہیں:

''اور اس فقیر ناکارہ کے لیے عفو وعافیت دارین کی دعا فرمائیں۔ فقیر آپ کے لیے دعا کرے گا اور کرتا ہے۔ سب مسلمانوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہاں نہ خالی زبان دیکھی جاتی ہے نہ نفاق پسند ہے۔ صلح ومعافی سب سچے دل سے ہو۔''(19)

اولاد امجاد کے تاریخی نام:

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلفاء میں علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ وہ خوش نصیب خلیفہ ہیں کہ ان کی اکثر اولاد کے نام بھی پیر و مرشد کے تجویز فرمودہ ہیں۔

''سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ۱۳۳۶ھ میں پنج شنبہ (جمعرات) کے روز امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ حجام سے خط بنوا رہے تھے اور میں قریب ہی تپائی پر بیٹھا تھا۔ مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی بہاری مدظلہ، صدر مدرس مدرسہ عالیہ خانقاہ سہسرام کا خط بنام اعلیٰ حضرت آیا۔ حسب الارشاد میں نے پڑھ کر سنایا۔ خط میں ولادتِ فرزند کی بشارت کے ساتھ تاریخی نام تجویز فرمانے کی درخواست کی تھی۔ مجدد برحق رحمۃ اللہ علیہ نے سنتے ہی فرمایا کہ نام تو ''مختار الدین'' ہونا چاہیے۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا: دیکھئے سید صاحب! اس نام میں تاریخ بھی ہو گئی ہے یا نہیں؟ میں نے دیکھا تو عدد ۱۳۳۶ ہی نکلے اور یہی سن ولادت تھا۔(20)

علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ اپنی بچیوں کے ناموں کے بارے میں خود

لکھتے ہیں:

''۱۳۲۹ھ میں، میں شملہ جامع مسجد میں خطیب تھا کہ مکان سے خط آیا اور اس میں بڑی لڑکی کی پیدائش کی خوش خبری تھی۔ میں نے اس خط کو اور اس کے ساتھ ایک عریضہ لکھ کر بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر کیا۔ جس میں تاریخی نام کیلئے عرض کیا تھا۔ بواپسی ڈاک جواب آیا جس میں مبارک باد تھی اور بچی کے لیے دعائے خیر اور تاریخی نام ''زرینہ خاتون'' (۱۳۲۹ھ) تحریر فرمایا تھا۔ اسی طرح جب ۱۳۳۳ھ میں دوسری لڑکی پیدا ہوئی تو میں نے پٹنہ سے عریضہ حاضر کیا اور تاریخی نام کی درخواست کی تو ''ولیہ خاتون'' (۱۳۳۳ھ) زبر و بینات سے تاریخی نام تجویز فرمایا، پھر عزیزی مختار الدین سلمہ کے بعد ۱۳۳۹ھ میں سہسرام میں لڑکی پیدا ہوئی تو میں نے اس کی ولادت کی خبر دی اور تاریخی نام کیلئے حضور نے ''ربیع خاتون'' (۱۳۳۹ھ) نام تجویز فرمایا۔'' (21)

''ربیع خاتون'' نام رکھنے کی وجہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کے نام ایک خط میں یہ بتائی:

''خط ملا۔ یہ نعمتِ تازہ مبارک ہو۔ اس کا نام وہ رکھئے کہ ہندوستان میں کسی عورت کو نصیب نہ ہوا یعنی حضرت ربیع بنت معوذ انصاریہ، صحابیہ بنت صحابی علیہما الرضوان کے نام پر ''ربیع خاتون'' (۱۳۳۹ھ) (22)

پیرومرشد کا اعتماد:

۱۳۲۸ھ/ ۱۹۰۹ء میں پاک و ہند کی مشہور انجمن نعمانیہ لاہور کی مجلس انتظامیہ کے رکن اور دبیر ثانی مولانا خلیفہ تاج الدین احمد علیہ الرحمۃ نے دارالعلوم نعمانیہ لاہور کی خدمت کے لیے جب امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ سے درخواست کی گئی کہ آپ خود لاہور تشریف لاکر انجمن کی سرپرستی فرمائیں تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنی دینی اور علمی مصروفیات کی وجہ سے اپنی طرف سے تو معذرت کردی لیکن اپنے نائب اور مظہر ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کو روانہ کرنے پر اپنی آمادگی کا اظہار فرمادیا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کا وہ خط جو انہوں نے مولانا خلیفہ تاج الدین احمد علیہ الرحمۃ کو اپنے معین علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کی بابت تحریر فرمایا تھا، ملاحظہ فرمائیے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیہ رسولہ الکریم

بملاحظہ مولانا المکرّم ذی المجد والکرم حامئ سنت، ماحئ بدعت جناب خلیفہ تاج الدین احمد صاحب زید کرمہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلباء سے ہیں اور میری بجان عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں، سب سے یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا:

1- سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں۔

2- عام درسیات میں بفضلہٖ تعالیٰ عاجز نہیں۔

3- مفتی ہیں

4- مصنف ہیں

5- واعظ ہیں

6- مناظرہ بعونہٖ تعالیٰ کر سکتے ہیں

7- علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں

امام ابن حجر مکی نے ''زواجر'' میں اس علم کو فرض کفایہ اور ہند بلکہ عامۂ بلاد میں یہ علم، علماء بلکہ عامۂ مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیاء کیا اور سات صاحب بنانا چاہے جس میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ بیٹھے، انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع و غروب و نصف النہار ہر روز و تاریخ کے لیے اور جملہ اوقاتِ ماہ رمضان شریف کے لیے اب یہی بناتے ہیں۔

فقیر آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لیے پیش کرتا ہے، اگر منظور ہو تو فوراً اطلاع دیجئے کہ اپنے ایک اور دوست کو میں نے روک رکھا ہے کہ ان کی جگہ پر مقرر کروں۔ اگرچہ دو عظیم کام یعنی افتاء و توقیت اور ان سے اہم تصنیف میں وہ ابھی ہاتھ نہیں بٹا سکتے۔ اسی طرح وعظ و مناظرہ بھی نہیں کر سکتے مگر یہ وہاں گئے تو جس نے انہیں ان کاموں کا اپنے کرم سے بنادیا ہے، ان کو بھی بنا سکتا ہے۔

والسلام

فقیر احمد رضا قادری بقلم خود

۵ شعبان المکرم ۱۳۲۸ھ (23)

اس تاریخی خط سے اندازہ لگایئے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے دل میں اپنے لائق شاگرد علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کی کتنی قدر و منزلت اور کیسی محبت تھی!!

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے نامور شاگرد کی تمام صلاحیتوں اور خوبیوں کو خود ظاہر فرما دیا ہے اور ان کی عظمت اور رفعت واضح فرما دی ہے۔

برادرم جناب ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی فرماتے ہیں:

''اس مکتوب پر کوئی تبصرہ نہ کر کے صرف امام کے اس جملے ''فقیر آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لیے پیش کرتا ہے'' پر توجہ دلا کر نگاہ رضا میں ملک العلماء کی عظمت و اہمیت دکھانا چاہتا ہے، اہل نظر خود محسوس کریں۔'' (24)

اس خط کو مدنظر رکھتے ہوئے مؤرخ لاہور محمد دین کلیم قادری نے ''تذکرہ مشائخ قادریہ'' محمد صادق قصوری، پروفیسر مجید اللہ قادری نے ''تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت'' اور پروفیسر ڈاکٹر سفیر اختر نے اپنے مقالے ''فیضان رضا پنجاب میں'' (مشمولہ سالنامہ معارف رضا کراچی ۱۹۹۶ء) میں ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کے دارالعلوم نعمانیہ لاہور میں مدرس کے تعلق کا ذکر کیا ہے حالانکہ آپ کا انتخاب ضرور ہوا تھا لیکن آپ بہ حیثیت مدرس نعمانیہ میں کبھی بھی تشریف نہیں لائے۔ آپ کے نامور صاحبزادے ڈاکٹر مختار الدین احمد لکھتے ہیں:

''لیکن شاید ان کے اعزہ واحباب کو ان کا اس قدر دور جانا منظور نہ ہوا اور وہی مدرسہ منظر اسلام میں درس دیتے رہے۔ ۱۳۲۹ھ میں معززین شملہ کے اصرار و طلب پر اعلیٰ حضرت کے حکم پر عالم و خطیب کی حیثیت سے وہ شملہ گئے، اگلے سال مولانا

عبدالوہاب الہ آبادی نے اپنے قائم کردہ مدرسۂ حنفیہ کے لیے
جو آراہ (ضلع شاہ آباد بہار) میں قائم ہوا تھا فاضل بریلوی کو لکھا
کہ وہ مولانا ظفر الدین کو صدر مدرس کا عہدہ پیش کرنا چاہتے
ہیں۔ آپ انہیں آمادہ کریں۔ صرف اس خیال سے کہ نئے
دینی مدارس اوران کی ترقی بھی ضروری ہے۔ انہوں نے وہاں
جانے کی اجازت دے دی جہاں وہ کئی سال اپنے فرائض انجام
دیتے رہے۔ پھر مدرسۂ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں بحیثیت
مدرس اول ان کا تقرر عمل میں آیا، جہاں وہ تفسیر وحدیث وفقہ کا
درس دینے لگے۔"

۱۹۱۶ء/۱۳۳۴ھ میں سید شاہ ملیح الدین سجادہ نشین خانقاہ کبیریہ سہسرام کی فرمائش
پر وہ صدر مدرس ہو کر سہسرام چلے گئے جہاں وہ پانچ چھ سال مقیم رہے۔" ملخصاً (25)

مولانا محمد ارشاد احمد رضوی سہسرامی لکھتے ہیں:

"آپ (شاہ کبیر الدین درویش قدس سرہ) کی عظیم خانقاہ کی
سجادہ نشین حضرت سید شاہ ملیح الدین صاحب کے اعلیٰ حضرت
قدس سرہ سے بہت خوشگوار تعلقات تھے۔ اسی گہری وابستگی کی
وجہ سے جب حضرت مولانا حفیظ الدین صاحب مدرس اول
مدرسہ خانقاہ کبیریہ کا انتقال ہو گیا تو تدریسی امور کی صدارت کی
لیے کسی ذمہ دار عالم دین کے انتخاب کی ذمہ داری اعلیٰ حضرت
قدس سرہ کے سپرد کی۔ امام اہل سنت نے اپنے عزیز ترین
... ملک العلماء حضرت ... ظفر الدین قادری علیہ

الرحمہ کو آپ کے پاس بھیجا۔ ملک العلماء نے آ کر پوری ذمہ
داری کے ساتھ اس عظیم منصب کو سنبھالا اور نہایت حسن وخوبی
کے ساتھ تدریسی اور تعلیمی ذمہ داریاں نبھائیں جس سے مدرسہ
نے علمی میدان میں کافی ترقی کی۔" (26)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں جب بھی کسی مدرسہ کے لئے قابل اور لائق مدرس کی طلب کی گئی تو آپ کی نگاہ انتخاب اکثر "ملک العلماء" پر جا کر ٹھہرتی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی اپنے شاگرد سے محبت، دل میں قدر و منزلت اور دینی، علمی معاملات میں ان پر بھرپور اعتماد اظہر من الشمس ہے۔ اپنے اس شاگرد کے نام ایک خط میں فرماتے ہیں: "ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں اور ایک لعل خان کیا کیا بنائیں؟ (27)

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے!

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے شہرۂ آفاق قصیدہ "الاستمداد" کے آخر میں "ذکر احباب و دعاء احباب" کے تحت جہاں اپنے مخصوص خلفاء و تلامذہ کا ذکر خیر فرمایا ہے وہاں ایک شعر میں اپنے ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کو بھی یاد فرمایا ہے۔ شعر کے پہلے مصرع میں ان کی کامیابی و کامرانی کیلئے دعا کی ہے اور دوسرے مصرع میں آپ سے دشمنانِ اسلام کی شکستیں کھانے کی خوشخبری دی ہے۔ شعر یہ ہے:

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

جس طرح تدریس وافتاء اور تصنیف میں علامہ محمد ظفرالدین بہاری علیہ الرحمۃ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اسی طرح میدان مناظرہ میں بھی آپ کی شاندار فتوحات تاریخ کا حصہ ہیں۔ جب بھی کبھی کسی سنی مناظر کی ضرورت پیش آئی تو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے علامہ محمد ظفرالدین بہاری علیہ الرحمۃ ہی کا انتخاب فرمایا۔ فتح ونصرت کا مژدہ جانفزا سنایا اور آپ کو روانہ فرمایا۔ آپ نے میدانِ مناظرہ پر دشمنان اسلام کا دامِ فریب ہمیشہ تارتار فرمایا۔

علامہ محمد ظفرالدین بہاری علیہ الرحمۃ خود لکھتے ہیں:

''۱۳۲۴ھ میں جب میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں مدرس اول تھا، رمضان شریف کی تعطیل میں اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کیلئے حاضر ہوا۔ اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت علم ہیأت میں ایک کتاب تصنیف فرمارہے تھے اور میں اسے صاف کررہا تھا۔ ارادہ تھا کہ ماہ رمضان المبارک تمام کر کے بعد شش عید کے جب مدرسہ کھلے گا پٹنہ واپس ہوں گا لیکن اواخر رمضان شریف میں جناب حاجی لعل خان صاحب مرحوم کا خط پہنچا کہ یہاں ولی اللہ نامی ایک وہابی آیا ہوا ہے اور جگہ جگہ مناظرہ کا چیلنج دیتا ہے۔ حضور والا! مولانا محمد ظفرالدین صاحب کو روانہ فرمادیں۔ اس وقت وہ کتاب قریب ختم کے تھی۔ اعلیٰ حضرت نے دو دن میں اس کو تمام کردیا لیکن مجھے نقل کرنا اور صاف کرنا بہت باقی تھا۔ اس لیے حضرت نے فرمایا کہ آپ اس کو اپنے ساتھ لیتے جائیے اور نقل کرنے کے بعد اصل اور نقل دونوں رجسٹری سے واپس کردیجئے گا۔ جب چلنے کا وقت ہوا اور اسٹیشن جانے کیلئے سواری آگئی۔ اعلیٰ حضرت باہر تشریف لائے اور دو نوٹ دس دس روپے کے مجھے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ امسال آپ عید میں یہیں رہیں گے۔ بچوں کے لئے کپڑے بنواؤں گا تو آپ کے لیے بھی بنواؤں گا لیکن

دینی ضرورت سے آپ کلکتہ جا رہے ہیں اس لیے یہ روپے آپ کی نذر ہیں۔ مجھے بہت شرم آئی کہ طالب علمی کا زمانہ تو ضرورت کا زمانہ تھا۔ اب تو میں نوکر ہوں میں پیر کی خدمت کیا کرتا اور ان کی نذر کرتا کہ الٹے پیر ہی سے روپے وصول کروں۔ میں نے کچھ تامل کیا، اعلیٰ حضرت نے باصرار عنایت فرمایا۔ میں نے قدم بوسی کرتے ہوئے وہ روپے لے لیے اور کلکتہ روانہ ہوا۔ میرے پہنچنے کی خبر ملتے ہی سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ اب کس میں مناظرہ کا دم ہے۔ اعلیٰ حضرت کی دعا کا اثر ہے۔

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

(29)

اسی طرح ایک دوسرا واقعہ لکھتے ہیں:

''۱۳۲۶ھ علاقہ میوات میں وہابیہ دیوبندیہ نے بہت اودھم مچا رکھا تھا اور بیچارے سیدھے سادے میواتیوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسانا چاہتے تھے کہ جناب مولانا صوفی رکن الدین صاحب الوری نے مولانا مولوی احمد حسین خان صاحب رامپوری مقیم درگاہ معلیٰ اجمیر شریف حجرہ نواب رامپور کو کسی عالم مناظر کو لینے کیلئے بریلی شریف بھیجا۔ مولوی صاحب موصوف بریلی حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت سے وہاں کے حالات عرض کیے۔ اس وقت اعلیٰ حضرت نے مجھے یاد فرمایا اور حکم دیا کہ میوات تحصیل نواح فیروز پور جھرکہ میں وہابیوں سے مناظرہ کرنا ہے، آپ مولانا کے ساتھ تشریف لے جایئے اور وہابیہ کو شکست دیجئے۔ میں نے عرض کیا، تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں۔ حضور کی دعا کی ضرورت ہے۔ حضور کی دعا شامل حال رہی تو انشاء اللہ تعالیٰ وہابیہ کو ضرور شکست ہوگی۔ اس وقت اعلیٰ حضرت مکان کے اندر تشریف لے گئے اور

ایک اونی جبہ لاکر مجھے عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہ مدینہ طیبہ کا ہے، میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے لے کر سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا اور رکھ لیا۔ اعلیٰ حضرت کی دعا اور اس جبہ مبارکہ کی یہ برکت ہوئی کہ وہابیہ کی طرف سے متعدد صاحبان مناظرہ کیلئے آئے تھے۔ ان میں ایک صاحب ایسے بھی تھے جو بقول خود مکہ معظمہ میں تیرہ چار سال قیام بھی کر چکے تھے۔ انہیں اپنی عربی دانی پر بڑا ناز تھا۔ وہ مصر رہے کہ مناظرہ عربی زبان میں ہوگا۔ ان کی ناز برداری کیلئے یہ شرط مان لی گئی لیکن چند منٹ بعد میں ان کی عربی دانی کا بھرم کھل گیا اور مجبوراً انہیں اعلان کرنا پڑا کہ اب مناظرہ اردو میں ہوگا۔ ابتدائی سوالات پر ہی ان کی علمیت کا طول وعرض بھی سب کو معلوم ہوگیا کہ مہر سکوت لگ گئی اور جواب کے لئے منہ کھولنا دشوار ہوگیا۔

ثالث اور حکم نے ان سے اور دوسرے علماء دیو بند سے بار بار کہا کہ جواب دیجئے اور آئے دن جو بلبلے کی طرح ابھرتے اور چیلنج دیتے تھے وہ جوش دکھائیے۔ یہ کیسی جوانمردی ہے کہ ابتدائی سوالات پر ہی سارے دیو بندی مولوی جھاگ کی طرح تہہ نشین ہوگئے اور کوئی ایک بھی بولنے کا نام نہیں لیتا۔

متواتر تین گھنٹے جواب کا تقاضا رہا لیکن ادھر جو مہر سکوت لگ چکی تھی اس نے کسی طرح ٹوٹنے کا نام نہ لیا آخر ثالث وحکم نے تین گھنٹے بعد اہل سنت وجماعت کی فتح اور دیو بندی حضرات کی شکست کا اعلان کرتے ہوئے کہہ دیا کہ صاف واضح ہوگیا کہ مولانا شاہ رکن الدین، مولانا ارشاد علی خان، مولانا ظفرالدین اور مولانا محمد حسین خان وغیرہ علماء حق پر ہیں اور دیو بندی علماء کا مذہب باطل ہے ورنہ لاجواب نہ ہوتے۔

جب بخیر وخوبی کامیابی کے ساتھ ہم لوگ بریلی شریف واپس ہوئے اور اعلیٰ حضرت کو اس مناظرہ کی روداد سنائی اور ان لوگوں کی خواہش کا اظہار کیا کہ میوات

والے چاہتے ہیں کہ مناظرہ کے پورے حالات کتابی شکل میں شائع کردیئے جائیں وہ لوگ اس کی طباعت کے مصارف برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے بھی اسے پسند فرمایا اور اس رسالہ کا تاریخی نام ''یکے نجدیہ کا چپ مناظرہ'' (۱۳۲۶ھ) رکھا اور جناب مولانا حسن رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تاریخی نام ''شکست سفاہت'' (۱۳۲۶ھ) رکھا۔ چنانچہ یہ رسالہ اسی زمانہ میں چھپ کر تمام ملک میں شائع کردیا گیا۔ ملخصاً (30)

دوقومی نظریہ کی پاسبانی

ہندوستان جب مخالفین اسلام کا اکھاڑہ بنا، اسلام اور اہل اسلام کو نیست و نابود کرنے والی تحریکیں اٹھیں تو ان حالات میں دوقومی نظریہ کی حفاظت کے لے مجاہد اسلام اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء کو ''جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی'' کے نام سے ایک کل ہند تحریک کی بنیاد ڈالی۔ علمی، تصنیفی، اشاعتی، تبلیغی اور سیاسی محاذوں پر اس جماعت کی بیش بہا خدمات ہیں، جنہیں کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

اعلیٰ حضرت کی قائم کردہ اس جماعت کے عمومی سرپرستوں میں علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ نمایاں طور پر شامل تھے۔ جماعت کا ایک اہم شعبہ ''تبلیغ وارشاد'' تھا جس کی جدوجہد سے نہ جانے کتنے ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ وہابی اور غیر مقلد افراد نے توبہ کی اور اہل سنت سواد اعظم میں داخل ہوئے۔ ابتداء میں اس شعبہ میں خصوصیت کے ساتھ پانچ علماء کرام شامل تھے جن میں ملک العلماء علیہ الرحمۃ کا نام نہایت روشن اور نمایاں ہے۔ اسی طرح جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے ایک ''شعبہ مناظرہ'' بھی قائم کیا اور اس میں اپنے زمانہ کے جید علماء و مناظرین کو رکھا، جس کی

مثال تاریخ نہیں پیش کر سکتی۔ مناظر اعظم مولانا حشمت علی خان اور ملک العلماء مولانا ظفر الدین رضوی بہاری اس شعبہ کے صدر تھے۔ (31)

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے زیر اہتمام مارچ ۱۹۲۱ء میں بریلی شریف میں ہندو مسلم اتحاد کے بارے میں ایک فیصلہ کن مناظرہ ہوا۔ گاندھی کی طرف سے مولانا نثار احمد کانپوری، مفتی کفایت اللہ دہلوی اور مفتی احمد سعید دہلوی شریک ہوئے۔ ان کی قیادت ابوالکلام آزاد نے کی۔ اعلیٰ حضرت کی جانب سے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، مفتی برہان الحق جبل پوری اور مولانا حسنین رضا خان کے علاوہ ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین بہاری شامل ہوئے۔

اہل سنت کے اکابرین نے ابوالکلام آزاد سے ستر سوالوں کے جواب طلب کیے اور ان کے اخباری بیانات، تقریروں اور بعض حرکات پر شدید اعتراضات کیے۔ مولانا آزاد بوکھلا اٹھے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ اس طرح گاندھی علماء کو شکست فاش ہوئی۔ (32)

نامور محقق مولانا محمد شہاب الدین رضوی ایک اہم مناظرے کی روداد ہفت روزہ دبدبہ سکندری رامپور کے حوالہ سے یوں لکھتے ہیں:

> ''موضع ہٹنا ضلع بوگرا میں پیر ابوبکر صاحب ایک باا ثر ممتاز ہستی کے مالک تھے۔ پیر ابوبکر کے مریدین و معتقدین بکثرت تھے۔ وہاں کے وہابیوں اور غیر مقلدین میں اہل سنت سے حسد اور عداوت کی آگ بھڑک اٹھی اور انہوں نے مناظرہ کا اعلان کر دیا۔ پیر ابوبکر کے مریدین فوراً کچھ خرچہ وغیرہ جمع کر کے

موصوف ممدوح کے خلیفہ مولانا روح الامین کلکتوی کے پاس آئے۔انہوں نے جماعت رضائے مصطفیٰ کے حامی و مبلغ مولانا عبدالعزیز خان رضوی کے پاس بھیج دیا اور انہوں نے ایک زبردست وجید مناظر کی ضرورت کا اظہار کیا۔مولانا عبدالعزیز خان رضوی نے ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری مناظر جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی خدمت میں ایک صاحب کو حاضر کر کے منظوری حاصل کی۔مولانا ظفر الدین بہاری وقت متعینہ پر مقام مناظرہ میں پہنچ گئے۔

مناظرہ کے لئے دونوں جانب سے خوب تشہیر کی گئی تھی۔سنیوں نے ملک العلماء کی آمد پر ان کا شاندار استقبال کیا غرضیکہ مناظرہ شروع ہوگیا۔ابتداً چند تحریرات کی آمدورفت بزبان عربی ہوئی،جس سے غیر مقلدین کا مقصود علمی موازنہ تھا۔مناظرہ کا وقت ایک بجے سے پانچ بجے تک کا تھا۔ملک العلماء اسٹیج پر رونق افروز تھے اور غیر مقلدین کو بھرے مجمع میں چیلنج پہ چیلنج کر رہے تھے مگر افسوس کہ وقت مقررہ پر میدان میں شیر اہل سنت کو دیکھ کر کوئی بھی نہ آیا۔حاضرین سے تمام جلسہ گاہ بھرا ہوا تھا،ہر ایک گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھتا اور پھر رہ جاتا تھا۔غیر مقلدین کے مناظرین نے سنی شیر کو بلا تو لیا تھا مگر سامنے آنے کا یارانہ تھا۔غیر مقلد مناظر جلسہ میں نہ آیا اور سب نے راہِ فرار اختیار کی۔ان کے نہ آنے پر عوام بہت متاثر ہوئے اور یہ سمجھ گئے کہ سنیوں کی بات بالکل حق ہے اور یہی صراط مستقیم پر قائم ہیں۔فوراً دو سو آدمیوں نے وہابیت اور غیر مقلدیت سے توبہ کی اور اہل سنت میں داخل ہوگئے۔جماعت رضائے مصطفیٰ کی فتح پر جشن منائے گئے۔ملخصاً (33)

یہی نہیں بلکہ آپ نے آریہ اور عیسائیوں کے ساتھ بھی نہایت کامیاب مناظرے کیے تھے۔آپ کے لائق فرزندار جمند ڈاکٹر مختار الدین احمد لکھتے ہیں:

''مجھے یاد آتا ہے کہ میرے بچپن میں وہ آریہ سماجیوں اور مسیحی مبلغین سے مناظرے کے لیے جلسوں میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ غیر مقلدین وغیرہم سے مناظرے کے لیے وہ دور دراز کے علاقوں سے مدعو کیے جاتے تھے۔ ایک مناظرے کے لیے وہ برما بھی تشریف لے گئے تھے۔'' (34)

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے رُوحانی فرزند کو اپنی حیات طیبہ ہی میں کامیابی و کامرانی کی نوید سنا دی تھی۔ اسی لیے بھیڑ نما بھیڑیئے اس شیرِ رضا کا ایک حملہ بھی برداشت نہ کر سکے۔ اپنے پیر و مرشد کی قائم کردہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی سے آخر تک آپ کو قلبی محبت تھی۔ خود فرماتے ہیں:

''فقیر اس مبارک جماعت کی خدمات کو نہایت ہی وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنی محرومی پر افسوس کرتا ہے کہ اس کی بدنی خدمت سے قاصر ہے اور اس جماعت کے مخلصین خدام پر رشک و غبط کرتا ہے اور ان کے لیے تثبت و استقامت کرتا ہے۔'' (35)

تحریک ترک موالات کی اصلاح:

تحریک ترک موالات جو گاندھی کے اشارے پر چلائی گئی۔ گاندھی کی اس خوفناک آندھی میں کئی مسلم لیڈر بھی خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے لیکن مجاہد اسلام امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس موقع پر بھی اپنی نورانی بصیرت کا ثبوت دیا

اوراس تحریک کے متعلق حکم شرعی بیان کرتے ہوئے ''المحجۃ المؤتمنۃ'' کے تاریخی نام سے ایک کتاب لکھی جو مسلمانوں کے لئے ہدایت کا روشن مینار ثابت ہوئی۔ترک موالات اور ہندو مسلم اتحاد کے نتائج کے بارے میں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا،حرف بحرف صحیح ثابت ہوا۔ (36)

جماعت انصار الاسلام بریلی جو جماعت رضائے مصطفیٰ کی ایک اہم سیاسی ذیلی تنظیم تھی۔اس کے سرپرست بھی اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ تھے۔جماعت انصار الاسلام کی تین روزہ کانفرنس 22 تا 24 شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ بمقام مسجد نومحلہ بریلی میں بہت آب وتاب اور شان وشوکت کے عظیم اجتماعوں کے ساتھ منعقد ہوتی رہی۔اس کانفرنس میں توقع سے زیادہ مجمع تھا اور ہندوستان کے مشہور علماء کرام ومشائخ عظام شرکت کیلئے رونق افروز ہوئے تھے۔کانفرنس کے پہلے روز نعت وحمد کے بعد صدر کانفرنس مولانا شاہ سید محمد میاں مارہروی علیہ الرحمۃ نے اپنے خطبہ میں مسائل حاضرہ اور مصائب دائرہ پر نظر ڈالتے ہوئے وقت کی نزاکت اور مسلمانوں کی حالت پر تبصرہ فرمایا، پھر صدر کانفرنس کی اجازت سے ملک العلماء مولانا ظفرالدین رضوی بہاری نے مسئلہ ترک موالات پر محققانہ تقریر فرمائی اور ثابت کیا کہ ترک موالات انسان کا فطری وطبعی خاتمہ ہے۔اگر اس کے احساسات غلط نہیں ہوگئے ہیں تو وہ نقصان رساں سے طبعاً احتراز کرے گا۔اس مسئلہ کو شواہد ودلائل سے خوب ذہن نشین کرایا اور بتایا کہ ''جملہ کفار ومشرکین سے ترک موالات شرعاً فرض اور مسلمانوں پر لازم ہے۔'' اس تقریر کے ضمن میں مولانا بہاری نے ایسی ایسی باتیں فرمائیں کہ مجمع بھڑک اٹھا۔'' (37)

علامہ محمد ظفرالدین بہاری علیہ الرحمۃ نے تحریک ترک موالات کے رد میں ایک کتاب ''ہادی الھداۃ لترک الموالاۃ'' بھی لکھی ہے جس میں اس تحریک کے مضر اثرات

کی نشاندہی کی گئی تھی، جو بعد کو صحیح نکلی۔ (38)

۱۹۴۶ء میں بنارس کے مقام پر منعقدہ آل انڈیا سنی کانفرنس تحریک پاکستان میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے دیگر اکثر خلفاء وتلامذہ کی طرح ملک العلماء علیہ الرحمۃ بھی اس عظیم الشان کانفرنس میں رونق افروز ہوئے اور کانفرنس کی طرف سے جن کمیٹیوں میں آپ نامزد ہوئے۔ ان میں سے نصاب تعلیم بنانے والی کمیٹی، عائلی قوانین مرتب کرنے والی کمیٹی اور آل انڈیا سنی کانفرنس کیلئے آئین ساز کمیٹی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (39)

علم توقیت میں مہارت:

علامہ محمد ظفرالدین بہاری علیہ الرحمۃ کو علم توقیت میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ بقول اعلیٰ حضرت:

''علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں''

''مؤذن الاوقات'' آپ کی لاجواب کتاب ہے جو اپنے فن کی پہلی اردو کتاب ہے اس میں طلوع وغروب، اوقات نماز اور تمام دوسرے بڑے شہروں کے فرق بتائے گئے ہیں۔

یہ فن بھی آپ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے سیکھا تھا۔ ''مؤذن الاوقات'' کے آغاز میں آپ خود رقم طراز ہیں:

''خداوند عالم بہتر سے بہتر جزائے خیر عطا فرمائے، اعلیٰ حضرت امام اہلسنت استاذی وملاذی شیخی ومرشدی ذخری لیومی وغدی مجدد مائۂ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ جناب مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلی قدس سرہ العزیز کو کہ مسلمانوں کی اس

ضرورت کا آپ نے احساس فرمایا اور ۱۳۱۱ھ سے بریلی شریف کے اوقات صوم وصلوٰۃ رمضان شریف کے ہر سال مرتب فرما کر رفاہِ عام کیلئے مع تفاصیل اوقات دیگر بلاد مفت شائع فرمانا شروع کیا۔ جب ۱۳۲۵ھ میں اس فن کو میں نے حاصل کیا۔ یہ خدمت میرے متعلق ہوئی۔'' (40)

علم تکسیر میں مہارت:

بحر العلوم امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے جن پچاس علوم وفنون میں ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ان میں ''علم تکسیر'' بھی شامل ہے۔ ملک العلماء علیہ الرحمۃ نے اپنے مشفق استاد سے جہاں دیگر علوم سیکھے ہیں وہاں علم تکسیر میں بھی کمال اور مہارت حاصل کی تھی۔ آپ خود لکھتے ہیں:

''عرصہ کی بات ہے کہ ایک شاہ صاحب مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ تشریف لائے اور مُحب محترم حامی دین واقف علوم عقلیہ ونقلیہ مولانا مولوی مقبول احمد خان صاحب دربھنگی مدرس مدرسہ کے مہمان ہوئے اور ادھر ادھر کی بات کرتے ہوئے فن تکسیر کی واقفیت کا ذکر کیا تو مولوی صاحب بہت ظریف طبیعت ہیں یہ سن کر ایسا انداز برتا جس سے ان شاہ صاحب نے سمجھا کہ میرے فن دانی کے قائل اور معتقد ہو گئے۔ چنانچہ مہینہ دو مہینہ میں ایک پھیرا ادھر ان کا ہونے لگا اور مولانا کے یہاں ایک دو وقت قیام ضرور کرتے۔ یہ بھی مہمان نوازی فرماتے، جب انہوں نے کئی دفعہ فن تکسیر سے اپنی واقفیت کا اظہار کیا تو مولانا

مولوی مقبول احمد خان صاحب نے ایک دن ان کے گوش گزار کیا کہ میرے مدرسہ میں بھی ایک مدرس مولانا ظفر الدین صاحب ہیں وہ بھی فن تکسیر جانتے ہیں۔ بہت حیرت ہوئی، وہ تو سمجھ رہے تھے کہ مولانا مقبول احمد خان صاحب کے علم میں دنیا میں، میں ہی ایک تکسیر جاننے والا ہوں اور اسی وجہ سے ایسے زبردست معقولی ہونے پر بھی میری عزت کرتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ اسی پٹنہ میں مولانا کے دوستوں میں اسی مدرسہ کے اساتذہ میں ایک شخص فن تکسیر جانتے ہیں تو حیرت کی حد نہ رہی۔ بولے کہ ان سے میری ملاقات کرا دیجئے گا۔ انہوں نے کہا اچھا وہ تو روزانہ مدرسہ کے وقت دس بجے مدرسہ تشریف لاتے ہیں اور چار بجے دریاپور واپس جاتے ہیں۔

چنانچہ ایک دن مولوی صاحب موصوف شاہ صاحب کو لیے ہوئے میرے پاس تشریف لائے اور ان کا تعارف کراتے ہوئے بہت سی خوبیاں بیان کرتے ہوئے خاص انداز سے فرمایا کہ سب سے بڑا کمال آپ کا یہ ہے کہ آپ فن تکسیر جانتے ہیں، میں سمجھ گیا میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا کمال ہوگا کہ آپ وہ فن جانتے ہیں، جس کے جاننے والے روئے زمین سے معدوم ومفقود نہیں تو قلیل الوجود ضرور ہیں۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جناب کو بھی فن تکسیر کا علم ہے، میں نے کہا یہ مخلصوں کا محض حسن ظن ہے کسی فن کے

چند قواعد کا جان لینا فن کی واقفیت نہیں کہلاتی ہے، ہاں اس فن سے ایک گونہ دلچسپی ضرور ہے۔ اس کے بعد میں نے ان شاہ صاحب سے پوچھا کہ جناب مربع کتنے طریقہ سے بھرتے ہیں؟ بہت فخر یہ انداز میں فرمایا ''سولہ طریقہ سے''۔ میں نے کہا بس، اس پر فرمایا اور آپ؟ میں نے کہا کہ گیارہ سو باون طریقے سے۔ بولے سچ، میں نے کہا کہ جھوٹ کہنا ہوتا تو کیا لاکھ دو لاکھ کا عدد مجھے معلوم نہ تھا۔ گیارہ سو باون کی کیا خصوصیت تھی۔ کہا میرے سامنے بھر سکتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ضرور، بلکہ میں نے بھر کر رکھ دیا ہے۔ آج چار بجے میرے ساتھ دریاپور تشریف لے چلیں۔ مولانا مقبول احمد خان صاحب کو بھی میں دعوت دیتا ہوں۔ وہیں ناشتہ چائے چلے، وہ کتاب میں حاضر کر دوں گا۔ ایک ہی نقش ہے جو اتنے طریقوں سے بھرا ہوا ہے۔ جس میں کوئی ایک دوسرے سے ملتا ہوا نہیں۔ پوچھا کن سے سیکھا۔ میں نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا نام لیا، حضرت کے معتقد تھے، نام سن کر ان کو یقین ہوگیا۔'' مگر پوچھا کہ اور اعلیٰ حضرت کتنے طریقوں سے بھرتے ہیں۔ میں نے کہا تیس سو طریقے سے کہا کہ آپ نے اور کیوں نہیں سیکھا۔ میں نے کہا وہ تو علم کے دریا نہیں سمندر ہیں۔ جس فن کا ذکر آیا، ایسی گفتگو فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ عمر بھر اسی علم کو سیکھا اور اسی کی کتب بینی فرمائی ہے۔ ان کے علوم کو میں کہاں تک حاصل کر سکتا ہوں۔ آخر چار بجے وہ

میرے ساتھ دریاپور تشریف لائے اور وہ کاغذ جس پر میں نے وہ
نقوش لکھے تھے ملاحظہ فرمایا۔ بہت تعجب سے دیکھتے رہے اور
اعلیٰ حضرت کی زیارت کے مشتاق ہوکر بعد مغرب واپس
ہوئے۔ پھر نہ معلوم کہ بریلی شریف حاضر ہوئے یا نہیں۔ خیر
بہر کیف جملہ علوم وفنون کی طرح فن تکسیر سے اعلیٰ حضرت کو نہ
صرف واقفیت ہی تھی بلکہ اس فن میں کمال اور مہارت رکھتے تھے
بلکہ اگر مجتہد کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔'' ملخصاً (41)

فقہ حنفی کی ترویج واشاعت:

اس میں کوئی شک نہیں کہ پاک وہند میں فقہ حنفی پر مختلف اہل علم نے کام کیا ہے۔
ان سب کی کوششیں قابل صد ستائش ہیں لیکن سرتاج الفقہا امام احمد رضا محدث بریلوی
علیہ الرحمۃ ان میں ممتاز ونمایاں نظر آتے ہیں۔ آپ نے اپنی ساری زندگی فقہ حنفی کی
تدوین وتشریح اور اس کی پاسبانی میں گزار دی۔ آپ نے ایک ایک مسئلہ کو فقہ حنفی کی
روشنی سے منور فرمایا۔ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماٰ خذ ہیں ہر وقت آپ کے پیش نظر
رہیں۔ یوں تو فقہ حنفی پر آپ کی کتابوں کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن ان میں ضخیم ترین
''فتاویٰ رضویہ'' فقہ حنفی کا ایک بے مثال انسائیکلو پیڈیا ہے۔ پیرزادہ علامہ اقبال احمد
فاروقی لکھتے ہیں:

''آپ نے فقہ امام ابوحنیفہ کی صرف ترجمانی ہی نہیں کی بلکہ اپنے
رفقاء اور شاگردوں کا ایک ایسا ''مکتب فقہ'' ترتیب دیا جنھوں
نے آپ کے بعد فقہ دنیا میں رہنمایانہ کردار ادا کیا۔'' (42)

ملک العلماء محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ اسی ''مکتب فقہ'' کے ایک فرد فرید ہیں۔ آپ نے بھی اپنے پیرو مرشد کی تقلید میں فقہ حنفی کی ترویج واشاعت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ یوں تو فقہ حنفی کی حمایت وتائید میں آپ کی ستر سے زیادہ کتابیں ہیں لیکن ان میں ضخیم کتاب ''الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری'' کو شہرت عام حاصل ہوئی۔ اس کتاب کے بارے میں آپ کے فرزند ارجمند ڈاکٹر مختار الدین احمد فرماتے ہیں:

> ''ملک العلماء فاضل بہار نے احادیث کا سارا ممکن الحصول مجموعہ کھنگال کر صرف وہی احادیث صحیحہ جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا جو موید مسلک اہل سنت واحناف ہوں اور فقہ حنفی کا مآخذ و مصدر۔ انہوں نے وہ تمام روایات جمع کیں جن پر مذہب حنفی کی عمارت کھڑی کی گئی ہے اور حتی الامکان فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا رہا ہو جس کی مسند واستشہاد میں کوئی خبر اور اثر پیش نہیں کی گئی ہو۔ ملک العلماء نے اس کتاب کی جمع وتبویب میں عمر کا خاصا حصہ صرف کیا۔ فقہی ابواب کی ترتیب پر انہوں نے اسے چھ جلدوں میں مکمل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کا نام ''الجامع الرضوی معروف بصحیح البہاری'' رکھا۔ (43)

تحریک عشق مصطفیٰ ﷺ کے سفیر:

کشتۂ نگاہِ مصطفیٰ امام احمد رضا عشق مصطفیٰ ﷺ کی لافانی تحریک کے بے مثال سفیر تھے۔ اس راہ میں آپ نے کسی قسم کی کوئی رکاوٹ برداشت نہ کی بلکہ آپ نے دو ٹوک الفاظ میں اپنا منصفانہ فیصلہ یوں صادر فرمایا:

''ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں۔
محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کو
تمام جہان پر تقدیم، تو اس کی آزمائش کا صریح طریقہ ہے کہ تم کو
جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی
ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے
پیر، تمہاری اولاد، تمہاے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے
بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ،
تمہارے مفتی، تمہارے حافظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ
محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے
قلب میں ان کی عظمت، ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے۔
فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر
پھینک دو، ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم
اپنے رشتے علاقے دوستی الفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت،
مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا،
محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی غلامی کی بنا پر تھا۔ جب یہ شخص ان ہی
کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا ہے، اس
کے جبے عمامے پر کیا جائیں۔'' ملخصاً (44)

علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ بھی اپنے پیر و مرشد کے رنگ میں رنگے ہوئے اور عشق رسالت مآب ﷺ میں سرشار نظر آتے ہیں۔ خود فرماتے ہیں:

''تو اصل ایمان حضور اقدس ﷺ کی محبت ہوئی، بغیر

حضور ﷺ کی محبت کے خدا سے محبت کرنا بھی نجات کیلئے کافی نہیں بلکہ جو شخص ایسا دعویٰ کرے محض لاغی ہے۔ اس لیے کہ محبوب کا محبوب، محبوب ہوتا ہے، جس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت نہیں، خدا کی محبت بھی نہیں۔ خدا کی محبت اور اس کا راستہ تو رسول اللہ ﷺ ہی نے دکھایا۔ بغیر حضور ﷺ کے خدا تک رسائی ناممکن ہے۔ انعامات تو اس رحمۃ للعالمین کے صدقہ میں ملتے ہیں۔ بے وسیلہ و بغیر واسطہ حضور کے کوئی شخص نعمت ایمان سے کیونکر بہرہ ور ہوسکتا ہے۔ پس اے اللہ والو! تم کو لازم ہے کہ رسول اللہ کی محبت میں اپنے کو فنا کردو، دیکھو خداوند عالم خود ان سے محبت کرتا ہے تو ضروری ہے تم بھی تخلقوا باخلاق اللہ کے ساتھ متصف ہو جاؤ اور رسول اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارا جانو۔'' (45)

ایک سچے عاشق رسول ﷺ کو مدینہ طیبہ میں جانے کی ضرور تڑپ ہوتی ہے لیکن امام اہل محبت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نہ صرف جانے بلکہ وہاں ہی خاتمہ بالخیر ہونے کی آرزو کا اظہار مولوی عرفان علی علیہ الرحمۃ کے نام ایک خط میں یوں فرماتے ہیں:

''وقت مرگ قریب ہے اور میرا دل ہند تو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا، اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو اور وہ قادر ہے۔ بہر حال اپنا خیال ہے۔'' (46)

آپ کے مرید صادق حضرت ملک العلماء علیہ الرحمۃ بھی اسی قسم کی خواہش رکھتے ہوئے دعا فرماتے ہیں:

''جب مرنے کا وقت ہو، مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو اور سبز گنبد کو دیکھ کر قفس عنصری سے روح پرواز کرے، جنت البقیع مدفن ہو۔ قیامت کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھتے ہوئے اٹھیں اور ان کے سایہ دامن عاطفت کے نیچے ان کے غلاموں کے زمرہ میں داخل جنت الماویٰ ہوں۔'' (47)

برصغیر پاک و ہند میں گستاخانِ رسول ﷺ کے ایک طائفہ نے جب بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں انتہائی نازیبا الفاظ استعمال کیے تو کشتہ نگاہ مصطفیٰ ﷺ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے ان کی گرفت کرتے ہوئے خطوط بھیجے، رسائل لکھے، بڑا سمجھایا لیکن ان میں سے کوئی باز نہ آیا۔ کافی مدت کے بعد آپ نے ناموس مصطفیٰ ﷺ کی پاسبانی کا حق ادا کرتے ہوئے ان کفریہ عبارات کی بنا پر فتوائے کفر صادر فرمایا، حرمین شریفین کے جلیل القدر علمائے کرام نے بھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے فتویٰ کی تصدیق فرماتے ہوئے ان گستاخوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ (48)

بعد ازاں پاک و ہند کے جلیل القدر علمائے کرام نے بھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے فتویٰ پر اپنی مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے روحانی فرزند علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ نے بھی ناموس مصطفیٰ ﷺ کی پاسبانی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آپ نے بھی اپنے پیر و مرشد کے اس تاریخ ساز فتویٰ کی ان الفاظ میں تصدیق فرمائی۔

''فتاویٰ حرمین طیبین ضرور حق ہیں جن کی حقیقت میں اصلاً شبہ

نہیں۔اس کی حقیت پر آفتاب سے بھی روشن تر دلیل یہ ہے کہ ان اقوال کے قائلوں نے اس کے مقابل نہ صرف سکوت ہی کیا بلکہ حکم میں اتفاق کیا جس کا مجموعہ ایک مستقل رسالہ بنام ''الختم علی لسان الخصم'' دیوبند میں چھپ چکا ہے، جس میں انہی لوگوں نے تصریح کی کہ بے شک ایسے اعتقاد و خیال واقوال والے کافر ہیں۔ رہی یہ بات کہ ایسے اقوال کن لوگوں کے ہیں، جن پر باتفاق علمائے بریلی وہابی دیوبند کفر کا فتویٰ ہے۔ ان مطبوعہ کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے جن کا حوالہ حسام الحرمین میں ہے۔ جسے چھپے ہوئے بیس سال ہوگئے۔ قادیانیوں کے ارتداد اور حضور اقدس ﷺ کی توہین کرنے والوں کے کفر جیسے اتفاقی مسئلہ میں بھی استفسار وسوال کی ضرورت ہے۔'' (49)

خطوط کے جواب کا اہتمام:

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کو خطوط کے جواب کا بہت اہتمام تھا، جس نے بھی آپ کی خدمت میں کوئی استفسار روانہ کیا، فوری جواب پایا۔ علالت میں بھی جواب دینے کی کبھی تاخیر نہ فرمائی۔ (50) حاجی کفایت اللہ علیہ الرحمۃ (خادم خاص اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ) نے ایک خوبصورت بکس ٹین کا بنوا کر اور رنگ کر آویزاں کر دیتا تھا جس میں ڈاکیہ خطوط پیکٹ وغیرہ ڈال دیا کرتا تھا۔ اس میں برابر تالا لگا رہتا کہ کوئی ان خطوط کو نکال نہ لے۔ کنجی اس کی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس رہتی تاکہ خطوط ضائع نہ ہوں۔ عصر کی نماز کے بعد اس کی کنجی علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ

دار جمہ کو حاضر بیعت فرماتے۔ بکس کھول کر ایک ایک خط پڑھا جاتا اور پھر مناسب جواب دیا جاتا تھا۔ (51)

ملک العلماء علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے پیر و مرشد کی اتباع میں خطوط کے جواب میں کبھی تاخیر نہ فرمائی۔ آپ کے نامور فرزند ارجمند ڈاکٹر مختار الدین احمد فرماتے ہیں

> "حضرت ملک العلماء کثرت سے خطوط لکھا کرتے تھے اور خطوں کے جواب فوراً دینے کے عادی تھے۔ روزانہ تین خطوں کا اوسط ضرور رہا ہوگا۔ جس رات انہوں نے رحلت فرمائی اس شام بھی انہوں نے چار خط تحریر فرمائے تھے۔ جن میں ایک طویل خط وراثت کے ایک پیچیدہ مسئلے کے سلسلے میں تھا۔ انہوں نے طویل عمر پائی۔ اس عرصے میں معلوم نہیں انہوں نے کتنے ہزار خطوط لوگوں کو لکھے ہوں گے۔ اگر نصف خطوط کی بھی نقلیں رکھنے کا التزام کیا جاتا تو یہ خطوط متعدد مجلدات میں مرتب ہوتے۔" (52)

عصر حاضر میں بعض علماء و مشائخ کی خدمت میں جوابی لفافہ بھی ارسال کیا جائے تو جواب دینے کی زحمت گوارا نہیں فرماتے۔ ان نازک مزاج علماء و مشائخ کو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ اور ان کے مرید صادق علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کے عمل سے درس عبرت لینا چاہیے۔

پیر و مرشد کی سوانح نگاری:

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے پردہ فرمانے کے سترہ سال تک کسی نے آپ کی سوانح حیات مرتب کر کے خود کوئی خامہ فرسائی نہ کی ہر طرف سناٹا طاری رہا۔

ملک العلماء علیہ الرحمۃ اپنے پیرومرشد کے دامان عقیدت سے وابستگی اور غیر معمولی محبت کی بنا پر اس سناٹے کو توڑنے کیلئے خود ہی ہمت کر کے اٹھے اور نہایت محنت اور محبت سے ''حیات اعلیٰ حضرت'' مرتب کرنے میں مصروف ہوگئے اور بارہ سال کے اندر ایک مفصل و مستند ''سوانح عمری'' چار جلدوں میں مکمل فرمائی۔ ملک العلماء علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''افسوس صد ہزار افسوس کہ اس آفتاب عالم تاب کو غروب ہوئے آج ۱۹۳۸ء میں سترہ سال ہوگئے مگر سوا اس مختصر منظوم ''ذکر رضا'' (۱۹۲۱ء) حامی دین وملت مولانا مولوی محمود جان صاحب جام جودھپوری کے کوئی مفصل سوانح عمری آپ کی شائع نہ ہوئی پھر بھی ہم رضویوں کو جناب حاجی مولوی سید ایوب علی صاحب رضوی بریلوی کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اس کی طرف سب سے پہلے توجہ فرمائی اور برادران طریقت کو توجہ دلائی۔ ان کی تحریک سے بعض احباب نے کچھ حالات ان کے پاس لکھ بھیجے اور زیادہ حصہ خود سید صاحب موصوف نے لکھا، جب ان کو میرے ''حیات اعلیٰ حضرت'' (۱۹۳۸ء) لکھنے کی خبر ہوئی تو جو کچھ مواد ان کے پاس تھا، سب مجھے عنایت فرمادیا۔ خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر کہ عرصہ بارہ سال میں یہ کتاب چار جلدوں میں مکمل ہوئی اور باعتبار ختم ''مظہر المناقب'' (۱۳۶۹ھ) تاریخی نام تجویز ہوا، مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور سب سنیوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ آمین۔'' (53)

''حیات اعلیٰ حضرت'' کی تکمیل کے بعد ملک العلماء علیہ الرحمۃ نے مختلف اہل علم بالخصوص اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے پیر خانے مارہرہ مطہرہ کے سجادہ نشین تاج العلماء حضرت محمد میاں قادری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں نظر ثانی کیلئے مسودہ پیش کیا اور ان سے رائے لی۔ (54)

قیام پاکستان کے بعد پیش کار اعلیٰ حضرت سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمۃ پاکستان آگئے اور ''حیات اعلیٰ حضرت'' کو شائع کرنے کا اہتمام کرنے لگے۔ تاہم آپ صرف ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی پہلی جلد چھپوانے میں کامیاب ہو سکے۔ یہ پہلی جلد ۱۹۵۵ء میں مکتبۂ رضویہ آرام باغ کراچی کے زیر اہتمام چھپ کر سامنے آئی۔

۱۹۸۲ء میں مولانا پیر محمود احمد قادری کانپوری مصنف ''تذکرہ علماء اہل سنت'' نے ملک العلماء علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند سے ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے بقیہ تین حصے شائع کرنے کیلئے لیے لیکن وہ شائع نہ کر سکے۔

ڈاکٹر مختار الدین احمد، پیرزادہ اقبال احمد فاروقی اور مفتی علامہ مطیع الرحمٰن رضوی نے نہایت مستعدی کے ساتھ ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی بازیافت کی کوشش جاری رکھی اور حالات و واقعات سے مایوس نہ ہوئے۔ آخر کار اس کی بازیافت ہوئی اور ستر سال کے بعد ایک نادر اور اہم کتاب منظر عام پر آئی۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب نے ہزار سے زیادہ صفحات میں مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور سے دو جلدوں میں اور مفتی علامہ مطیع الرحمٰن رضوی صاحب نے رضا اکیڈمی ممبئی سے تین جلدوں میں ڈیڑھ ہزار سے زیادہ صفحات میں اس نادر و نایاب کتاب کو شائع کر کے ایک اہم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اسی طرح مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات انڈیا سے علامہ عبدالستار ہمدانی نے بھی اسے دو جلدوں میں

شائع کردیا ہے۔ ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے لیے رضویات پر ملک العلماء علیہ الرحمۃ کی مندرجہ ذیل کتابیں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔

1- الافادات الرضویہ (فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے اصول حدیث سے متعلق وہ علمی فوائد جو مؤلف نے ان سے سن کر قلم بند کیے تھے۔

2- النور والضیاء فی سلاسل الاولیاء (صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کے ان ۱۶۲ سلسلوں کا شجرہ اور ان کے اسمائے گرامی درج ہیں جن میں ملک العلماء کو بیعت واجازت حاصل تھی اس میں پہلا شجرہ سلسلہ عالیہ قادریہ طیبہ مبارکہ رضویہ کا ہے)

3- المجمل المعدد لتالیفات المجدد (۱۹۰۹ء تک کی لکھی ہوئی فاضل بریلوی کی ساڑھے تین سو تصانیف کا ذکر ہے)

4- چودھویں صدی کے مجدد (اس میں اعلیٰ حضرت کی شانِ مجددیت کا مفصل بیان ہے) (55)

ملک العلماء علیہ الرحمۃ کے اکلوتے فرزند پروفیسر ڈاکٹر مختارالدین احمد ہیں جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے صدر شعبۂ عربی رہنے کے بعد اب مولانا مظہرالحق عربی فارسی یونیورسٹی پٹنہ کے وائس چانسلر کے عہدے پر فائز ہیں۔ آپ بھی اپنے عظیم باپ کی طرح نہایت سختی سے حنفی المذہب عقائد کے پابند ہیں۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ سے عقیدت ومحبت آپ کو ورثہ میں ملی ہے۔ اس عقیدت پر آپ کے مندرجہ ذیل مقالات شاہد عادل ہیں۔

1- امام احمد رضا کا شخصیتی جائزہ (56)

2- ''برصغیر کا ایک بے حد ممتاز مصنف الشیخ احمد رضا خان فاضل بریلوی (57)

3- ''ملفوظات فاضل بریلوی پر ایک نظر'' (58)

دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل میرے ممدوح ملک العلماء علیہ الرحمۃ کے اس یگانۂ روزگار فرزند کو سلامت با کرامت رکھے تا کہ وہ بھی اپنے عظیم باپ کی طرح خدمات دینیہ میں مصروف رہیں۔

سفرِ آخرت کے مناظر:

امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے وصال باکمال کے مناظر بڑے ہی روح پرور اور ایمان افروز ہیں۔ اپنے وصال سے قبل قرآن پاک کی آیت مبارک ''**ویطاف علیهم بانية من فضة و اکواب**'' سے اپنا مادہ تاریخ ۱۳۴۰ھ نکالا۔ سورہ یٰسین شریف اور سورہ رعد شریف کی تلاوت سنی بعد میں خود سفری دعائیں پڑھیں پھر کلمہ شریف پورا پڑھا۔ چہرہ مبارک پر ایک لمعۂ نوری چمکا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس طرح آفتاب علم و ہدایت ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو غروب ہو گیا۔ (59)

اسی طرح آپ کے روحانی فرزند ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کا بھی سفر آخرت ایمان افروز اور قابل رشک ہے۔ آپ کے فرزند مختار الدین احمد فرماتے ہیں:

> ''ملک العلماء عرصے سے فشار الدم کے مرض میں مبتلا تھے اور بہت کمزور ہو گئے تھے لیکن ان کی عبادت و ریاضت میں کبھی کوئی کمی نہیں آئی۔ نہ ان کے روزانہ کے معمولات میں کوئی فرق۔ زندگی کے آخری دن تک وہ علمی و دینی فرائض حسب معمول انجام دیتے رہے۔ شب دو شنبہ ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۸۲ھ/

۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو ذکر جہر اللہ اللہ کرتے انہوں نے اپنی جان جانِ آفرین کو اس طرح سپرد کی کہ کچھ دیر تک اہل خانہ کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوا کہ وہ واصل بحق ہو چکے ہیں۔''

(60)

ے شیخ کی نظر کرم تھی شفقت احمد رضا
مہرباں کیسے نہ ہوں ان پر خدا و مصطفیٰ

اس طرح اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی وہ دعا بھی منظور ہوگئی جو آپ نے اپنے مشاہیر خلفاء وتلامذہ کیلئے ان الفاظ میں مانگی تھی:

ے ان پہ کرم رکھ سر پہ قدم
تیرے ہی کہلاتے یہ ہیں
تیرے گدا ہیں تجھ پہ فدا ہیں
تیرا ہی کھاتے گاتے یہ ہیں
صلی اللہ علیک وسلم
بارک شرف مجد کرم

(61)

قطعاتِ وصال:

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے وصال باکمال پر مختلف تاریخ گو حضرات نے قطعات لکھنے کا شرف حاصل کیا ہے یقیناً ہر ایک نے نہایت محنت اور محبت سے قطعہ لکھا ہے لیکن ان میں راقم کے کرم فرما عصر حاضر کے تاریخ گو عبدالقیوم طارق سلطانپوری نہایت ممتاز و نمایاں ہیں۔ انہوں نے سب سے زیادہ قطعات لکھنے کا شرف

حاصل کیا ہے۔ موضوع کی مناسبت سے ایک قطعہ وصال پیش خدمت ہے:

وہ ثنا خوانِ جانِ رحمت ہے — اس پہ سرکار کی عنایت ہے
اس کا مقصود آبروئے حضور — اس کا منشا نبی کی عظمت ہے
عشق شہ سے اسے کیا سرشار — اس کی ممنون شہ کی امت ہے
شاہباز اوج علم ودانش کا — آفتاب سپہر حکمت ہے
فقر میں ہے بلند اس کا مقام — شمعِ کاشانۂ بصیرت ہے
اک ادارہ وہ ذات میں اپنی — وہ مجدد تھا یہ حقیقت ہے
اعتبار و وقار اہل نظر — نازش دین و فخر ملت ہے
والۂ جانِ نور وہ کف خاک — سر بسر عشق کی حرارت ہے
اس کے اوصاف کے تنوع پر — صاحبانِ نظر کو حیرت ہے
کل بھی لاریب وہ قدآور تھا — آج بھی وہ بلند قامت ہے
”خوگر مدحت نبیؐ“ طارقؔ — اس نظر ور کا سالِ رحلت ہے

١٣٤٠ھ (62)

قطعاتِ وصال کے علاوہ طارق سلطانپوری نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے مادہ ہائے سال وصال بھی نکالے ہیں۔ ایک دو نہیں بلکہ مادوں کے انبار لگا دیے ہیں۔ چند تاریخی مادے پیش کیے جاتے ہیں۔

”شیخ المفکرین“ (١٣٤٠ھ)، ”سخن کا تاجدار“ (١٣٤٠ھ)، ”اک نابغہ دوراں“ (١٣٤٠ھ)، ”فیض گیر قاسم حجاز“ (١٣٤٠ھ)، ”رضی الرحمان“ (١٣٤٠ھ)، ”نقش فیض“ (١٣٤٠ھ)، ”جلوہ چراغ محمد“ (١٣٤٠ھ)، ”مرغوب محمد“ (١٣٤٠ھ) (63)

یہی نہیں بلکہ عبدالقیوم طارق سلطانپوری نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے مشاہیر خلفاء وتلامذہ کے قطعات وصال بھی لکھے ہیں۔ پیش نظر مقالہ ''امام احمد رضا اور ملک العلماء'' مکمل کرنے کے بعد راقم الحرف آپ کے کاشانہ پر پہنچا اور ملتمس ہوا کہ یہ مقالہ پورا پڑھیے اور اس کی روشنی میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے لاڈلے خلیفہ وشاگرد علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کا قطعۂ وصال استخراج فرمایئے۔ آپ نے پورا مقالہ پڑھا اور مندرجہ ذیل مادہ ہائے تاریخ راقم کو املاء کرا دیئے:

''آواز ظفر الدین محمد'' (۱۳۸۲ھ) ''خورشید ادب و دانش و حکمت'' (۱۹۶۲ء) ''خورشید آسمان علی'' (۱۳۸۲ھ) ''جلوہ ہائے منظر اسلام'' (۱۳۸۲ھ)

بعد ازاں مندرجہ ذیل قطعۂ وصال بھی راقم کے حوالے فرما دیا:

زہے یہ سعادت خوشا یہ فضیلت — وہ بہرہ ور مکتب اعلیٰ حضرت
یہ استاد کے سامنے اس کی وقعت — وہ ''جان پدر، بلکہ از جان بہتر''
سراجِ فقاہت وہ ماہِ بصیرت — بلند علم و تحقیق میں اس کا رتبہ
عیاں جن سے ہے اسکی علمی وجاہت — بصیرت افروز اس نے لکھیں کتابیں
وہ دلدادۂ عاشقانِ رسالت — نصیر و رفیق سفر جیش حق کا
خدا کی، حبیب خدا کی عنایت — لحد میں، سر پُل، سرحشر پائے

کہا مجھ سے ہاتف نے طارق کہ اس کا
سنِ وصل ہے ''زیبِ بام فضیلت''

۱۳۸۲ھ (64)

حواشی وحوالے

1- تفصیلی حالات کے لیے مندرجہ ذیل مآخذ ملاحظہ فرمائیے:

(i) محمد صادق قصوری، مجید اللہ قادری، پروفیسر: تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء

(ii) محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر : خلفائے اعلیٰ حضرت مطبوعہ لاہور ۱۹۹۸ء

(iii) حسن رضا اعظمی، ڈاکٹر : فقیہہ اسلام مطبوعہ کراچی ۱۹۸۴ء

(iv) مختار الدین احمد، ڈاکٹر : حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء

(v) محمود احمد قادری، مولانا : تذکرہ علماء اہل سنت مطبوعہ فیصل آباد ۱۹۹۲ء

2- محمد صادق قصوری، مجید اللہ قادری، پروفیسر، ڈاکٹر : تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء ص ۳۰۱

3- سالنامہ معارف رضا کراچی ۱۹۸۳ء ص ۳۲۵

4- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ا مطبوعہ کراچی صفحہ ز

5- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ا مطبوعہ کراچی صفحہ ۲۸۰

6- مختار الدین احمد، ڈاکٹر : حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۱۴

7- ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور صدر الشریعہ نمبر اکتوبر نومبر ۱۹۹۵ء ص ۲۶۹

8- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ا مطبوعہ کراچی ص ۴۶

9- مختار الدین احمد، ڈاکٹر : حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۱۳

10- تفصیل کے لئے دیکھئے:

(i) محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ا مطبوعہ کراچی

(ii) محمود احمد قادری، مولانا : مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء

13- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ا مطبوعہ کراچی ص ۴۷

14- امام احمد رضا خان بریلوی، مولانا : العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ج ا جدید مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء ص ۱۷۹

15- امام احمد رضا خان بریلوی، مولانا : العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ج ۱۰ قدیم نصف آخر مطبوعہ کراچی ص ۴۱

16- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : المجمل المعدد لتالیفات المجدد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۳

17- محمود احمد قادری، مولانا : مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۵۹

18- محمود احمد قادری، مولانا : مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۵۷

19- محمود احمد قادری، مولانا : مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۷۶ا

20- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : حیات اعلیٰ حضرت ج ا مطبوعہ کراچی ص ۱۴۲

21- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : حیات اعلیٰ حضرت ج ا مطبوعہ کراچی ص ۱۴۷

22- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : حیات اعلیٰ حضرت ج ا مطبوعہ کراچی ص ۳۰۳

23- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : حیات اعلیٰ حضرت ج ا مطبوعہ کراچی ص ۲۴۴

24- ماہنامہ جہان رضا لاہور دسمبر ۱۹۹۵ء ص ۲۱

25- مختار الدین احمد، ڈاکٹر : حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء ص ۱۴

26- مجلہ پیغام رضا بمبئی امام احمد رضا نمبر ۱۹۹۷ء ص ۳۵۲

27- محمود احمد قادری، مولانا : مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۶۲

28- امام احمد رضا خان بریلوی، مولانا : الاستمداد علیٰ اجیال الارتداد مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ ص ۸۹

29- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : حیات اعلیٰ حضرت ج ا مطبوعہ کراچی ص ۴۸

30- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : حیات اعلیٰ حضرت ج ا مطبوعہ کراچی ص ۵۶

31- دیکھئے:
محمد شہاب الدین رضوی، مولانا : تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ مطبوعہ بمبئی ۱۹۹۵ء

32- دیکھئے
محمد جلال الدین قادری، مولانا : مولانا ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء

33- محمد شہاب الدین رضوی، مولانا : تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ مطبوعہ

بمبئی ۱۹۹۵ ص ۲۸۳

34- مختار الدین احمد، ڈاکٹر : حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۱۶

35- محمد شہاب الدین رضوی، مولانا : تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ مطبوعہ بمبئی ۱۹۹۵ء ص ۴۱۸

36- دیکھئے:

محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر : فاضل بریلوی اور ترک موالات مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء

37- محمد شہاب الدین رضوی، مولانا : تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ مطبوعہ بمبئی ۱۹۹۵ء ص ۳۰۴

38- مختار الدین احمد، ڈاکٹر : حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۲۰

39- دیکھئے:

محمد جلال الدین قادری، مولانا : خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۲۸۲ تا ۲۸۹

40- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : مؤذن الاوقات مطبوعہ ملتان ۱۴۰۰ھ ص ۳

41- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : حیات اعلیٰ حضرت ج ا مطبوعہ کراچی ص ۱۶۲

42- ماہنامہ جہان رضا لاہور دسمبر ۱۹۹۵ء ص ۲۵

43- مختار الدین احمد، ڈاکٹر : حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۳۸

44- امام احمد رضا خان بریلوی، مولانا : تمہید ایمان بآیات القرآن مطبوعہ لاہور ص ۸

45- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : میلاد رضوی مطبوعہ لاہور ۱۴۱۶ھ ص ۷

46- محمود احمد قادری، مولانا : مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی

مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۱۰۷

47- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : میلاد رضوی مطبوعہ لاہور ۱۴۱۶ھ ص ۲۰

48- دیکھئے:

امام احمد رضا خان بریلوی، مولانا : حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

مطبوعہ لاہور ۱۹۸۵ء

49- حشمت علی خان لکھنوی، مولانا : الصوارم الہندیہ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء

ص ۱۰۲

50- دیکھئے:

محمود احمد قادری، مولانا : مکتوبات امام احمد رضا خان بریلوی

مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء

51- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ مطبوعہ کراچی ص ۶۸

52- مختار الدین احمد، ڈاکٹر: حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۲۳

53- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ مطبوعہ کراچی صفحہ ز

54- ماہنامہ جہان رضا لاہور

55- دیکھئے:

مختار الدین احمد، ڈاکٹر : حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء

نوٹ: الحاج محمد سعید نوری روح رواں رضا اکیڈمی ممبئی نے نظر التفات فرماتے ہوئے ''حیات اعلیٰ حضرت مطبوعہ ممبئی'' کی تینوں جلدیں راقم کو ارسال کیں ان کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔ (صابر)

56- دیکھئے:

ماہنامہ المیزان بمبئی امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء ص ۳۳۱ تا ۳۴۶

57- دیکھئے:

ماہنامہ جہان رضا لاہور اپریل مئی ۱۹۹۸ء ص ۲۳ تا ۴۸

58- دیکھئے:

ماہنامہ جہان رضا لاہور ستمبر ۱۹۹۸ء ص ۲۰ تا ۳۲

59- دیکھئے:

حسنین رضا خان بریلوی، مولانا : ایمان افروز وصایا مطبوعہ لاہور۔

60- مختار الدین احمد، ڈاکٹر : حیات ملک العلماء مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۱۶

61- امام احمد رضا خان بریلوی، مولانا : الاعتماد علی اجیال الارتداد مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ ص ۱۰۰

62- دیکھئے:

صابر حسین شاہ بخاری، سید : اذکارِ جمال رضا (۱۹۹۷ء، قلمی)

نوٹ: عنقریب یہ مجموعہ رضا اکیڈمی لاہور کے زیر اہتمام چھپ کر منظر عام پر آ رہا ہے۔صابر۔

63- دیکھئے:

صابر حسین شاہ بخاری، سید : امام الوقت رضا بہ زبانِ طارق مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء

64- طارق سلطانپوری سے راقم کی ایک یادگار ملاقات بتاریخ ۳۰ نومبر ۱۹۹۸ء

پیغام رضا اُمت مسلمہ کے نام

فروغ تعلیم اور اُمت کے کامیاب مستقبل کیلئے

امام احمد رضا کا دس نکاتی پروگرام

۱- عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

۲- طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی گرویدہ ہوں۔

۳- مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں۔

۴- طبائع طلبہ کی جانچ ہو، جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دیکر اس میں لگایا جائے۔

۵- ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہ دیکر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً وتقریراً واعظاً ومناظرۃ اشاعت دین ومذہب کریں۔

٦- حمایت مذہب ورد بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

۷- تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کیے جائیں۔

۸- شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں، جہاں جس قسم کی واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں۔ آپ سرکوبی اعداء کیلئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

۹- جو ہم میں قابل کار موجود اپنی معاش میں مشغول ہیں، وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

۱۰- آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں جو وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت وبلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ:

"آخر زمانے میں دین کا کام بھی درہم ودینار سے چلے گا"

اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق ومصدق ﷺ کا کلام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ (قدیم) جلد نمبر ۱۲، صفحہ ۱۳۳)